مختلف علمی اصطلاحات کی توضیح کے علاوہ ائمۂ اسلام، اور مشاہیر اسلام کے مختصر سوانح حیات اور اسلامی فرقون کی مختصر تاریخ وغیرہ بھی بہ ترتیب حروف تہجی درج کی گئی ہی، اس کی جلد اول سنہ ۱۹۲۸ء مین شایع ہوئی تھی، اور اب جلد دوم شایع ہوئی ہی، جسمین جیم سے خائے تک کے الفاظ آئے ہین اس مین شبہہ نہین کہ مصنف نے اس کی تالیف مین نہایت عرق ریزی سے کام لیا ہے، اولاً الفاظ کا استقصاء، اور پھر ان کی عمدہ ترتیب، لائق مبارکباد ہی، اسی کے ساتھ اگر مصنف اس تالیف مین اپنی شخصیت کو عقائد و مذاہب سے بلند رکھتا تو زیادہ لائق ستایش تھا، لیکن افسوس ہو کہ ائمہ و مشاہیر کے تراجم اور مذاہب فقہیہ کی تاریخ مین مصنف کے خود ذاتی عقیدۂ شیعیت کی جھلک بہت زیادہ نمایان ہو، اور خصوصیت سے ایسی ہی روایتین قبول کی گئی ہین، جو کسی ایک فرقہ مین رائج ہین لیکن پھر بھی مصنف کی یہ کوشش لائق مبارکباد ہی، اور اسلامی لغت اسلامی علوم و آداب کے مطالعہ مین نہایت کارآمد ثابت ہوگا،

کردار اور افسانہ، از جناب عبد القادر صاحب، سروری ایم اے، ال ال بی مکتبۂ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ حیدرآباد، ۲۳۲ صفحات تقطیع چھوٹی مجلد، قیمت عہ

مولوی عبد القادر صاحب سروری نے اردو زبان کے فن افسانہ کی مستقل خدمت اپنے سپرد کر لی ہی، وہ اولاً مختلف ممالک و اقوام کے افسانے مختلف ترتیب کے ساتھ اردو مین منتقل کررہے ہین، علاوہ ازین نفس اردو فن افسانہ نویسی پر مستقل کتابین لکھ رہے ہین، چنانچہ اس سلسلہ مین انکی ایک کتاب دنیائے افسانہ شایع ہو چکی ہو، اور اب اسی کی دوسری جلد کردار اور افسانہ کے نام سے شایع ہوئی ہو، یہ جلد تین حصون مین منقسم ہو، حصۂ اول مین اشخاص قصہ (ہیرو) اور حصۂ دوم مین کردار نگاری پر بحث کی گئی ہے اور حصۂ سوم مین دنیا کے مختلف مشہور افسانون کے کردار پر تنقید کی گئی ہو، مسرت ہو کہ اردو زبان مین ایسی تصنیفات جنکی تعداد ابھی تک مین معدودے چند ہو، اردو زبان کا فن افسانہ علمی مرتبہ بھی حاصل کرتا جاتا ہو، اور اسکے لئے مصنف کو ہم مبارکباد پیش کرتے ہین،

"ر"

جلد بست و ہفتم (۲۷) | ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۹ھ مطابق ماہ مئی سنہ ۱۹۳۱ء | عدد ۵

مضامین

مضمون	مصنف	صفحات
شذرات	سید سلیمان ندوی	۳۲۲ - ۳۲۵
حضرت ابوہریرہؓ	مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی رفیق دار المصنفین	۳۲۶ - ۳۵۶
ترکی کے چشم دید حالات	ڈاکٹر زبید احمد پی ایچ، ڈی، الہ آباد یونیورسٹی	۳۵۷ - ۳۶۲
ملا اسعد ٹھٹوی	مولوی سید ریاست علی صاحب ندوی رفیق دار المصنفین	۳۶۳ - ۳۷۹
سنہ ۱۹۳۰ء مین سائنس کی ترقی	"ع، ز"	۳۸۰ - ۳۸۷
اخبار علمیہ	"ع"	۳۸۸ - ۳۹۱
مرگ حیات آفرین	مولوی اقبال احمد صاحب سہیل ایم اے ال ال بی	۳۹۲ - ۳۹۵
ملت بے امام	محمد اسد خان صاحب بی اے، (ملتان)	۳۹۶ - ۳۹۷
مطبوعات جدیدہ	"ر"	۳۹۸ - ۴۰۰

شذرات

انسان کی کسی شخصیت اور شخصیتون سے مرکب کسی جماعت مین کوئی مذہبی، اخلاقی، سیاسی، اجتماعی انقلاب پیدا ہی نہین ہو سکتا جب تک اس سے پہلے اس شخصیت یا اس جماعت مین کوئی دماغی ذہنی انقلاب پیدا نہ ہو، یہ انقلاب دلیلون اور تجربون سے زیادہ ماحول کی تاثیر اور چند معتقد علیہ بلند ہستیون کی تبلیغ، دعوت، تحریر و تقریر سے پیدا ہوتا ہے، جس انقلاب کو پیدا کرنا ہو، اوسکی حقیقت اور فائدون کو بار بار دہرایا جائے، کہا جائے، دہرایا جائے، اُن کا ہر جگہ چرچا کیا جائے، اور انکی خاطر ہر قسم کی تکلیف اور مصیبت اٹھائی جائے، اور انکی راہ مین ہر طرح کی قربانی پیش کیجائے، اور پورے عقیدہ، اور یقین کے ساتھ اُن کے مطابق اس کے مبلغ جوش عمل اور سرگرمی [illegible] دنون مین ایک شخص کی تاثیر جماعت کو، اور جماعت کی تاثیر قوم کو ہم آواز بنا لیگی، اور یہ [illegible] عقیدہ اُنکی زندگی کے ہر شعبہ کی روح بنجائیگا، اب تک دنیا نے اسی اصول پر ترقی کی ہے، اور اسی اصول پر ترقی کریگی،

ہر انسان کی ایک انفرادی حیثیت ہے، اور دوسری اجتماعی، انفرادی حیثیت سے انسان ایک خاص مادی جسم سے عبارت ہے، جس کے اعضاء کے تمام افعال و حرکات ایک خاص دماغ کے ارادہ کے تابع ہین، اور اُن اعضاء کا مجموعی فائدہ و نقصان ایک ہی شخصیت کے ماتحت ہوتا ہے، یہ ایک ارادہ کی ماتحتی اور اعضاء کا باہمی فائدہ و نقصان مین یکسان اتحاد، ایک شخصیت کو انفرادی حیثیت سے مستقل بناتا ہے، اور انکو ایک مشترک جمعیت اور واحد شخصیت ٹھہراتا ہے، لیکن اس ارادی اتحاد اور شخصی جسمانی اشتراک کے باوجود ہر انسان کا ایک ایک عضو ایک جسم کے جزء ہونے کے باوجود اپنا علیحدہ علیحدہ وجود بھی رکھتا ہو، مگر یہ ہر عضو کا علیحدہ وجود پورے جسم کے نظام کے ساتھ

اس طرح وابستہ ہے کہ پورے جسم کی مصلحتون کی خاطر ہر عضو اپنی مستقل انفرادی حیثیت کو بھلا دیتا ہے، بلکہ اُن پر قربان کر دیتا ہے، اگر کسی ایک جسم کے تمام اعضاء مین یہ ہم آہنگی، یہ موافقت اور یہ قربانی نہ ہو تو اُس جسم کا وجود بھی کچھ دیر کے بعد باقی نہ رہے، اس مفہوم کے دوسرے معنی یہ ہین، کہ اجتماعی شکل اس وقت تک پیدا نہین ہو سکتی جبتک کسی متحد اور مشترک غرض کی خاطر جسمین کل کا فائدہ مضمر ہے، تمام اجزاء اپنی انفرادی حیثیت کو بھلا نہ دین،

جو کچھ جسم کے متعلق کہا گیا ہے وہی بعینہ جماعت، اور جماعتون کے مجموعہ قوم کے متعلق کہا جا سکتا ہے، قوم کے تمام افراد علحدہ علحدہ ایک ایک عضو ہین، اور ان سب سے مل کر قوم کا جسم تیار ہوتا ہے، یہ تمام افراد مل کر ناقابل شکست یقین کیساتھ کسی مشترک خیال و عقیدہ پر اس طرح متفق ہو جائین کہ وہ ہر ایک کی رگ رگ مین تیر جائے، اور اُس خیال و عقیدہ کی حفاظت اور عظمت، ہر ایک فرد کی زندگی کی غرض و غایت بنجائے، اُسی کے لیے اس کا جینا اور مرنا ہو، یہی وہ روح ہے جو قوم کے جسم مین جب پیدا ہو جاتی ہے، تو وہ قوم زندہ ہو جاتی ہے اور اس وقت تک زندہ رہتی ہے، جب تک یہ روح اس مین زندہ ہے،

یہی وہ حقیقت ہے جسکو آنحضرت صلعم نے اپنے ان مبارک لفظون مین ادا فرمایا ہے،

"وہ تمام لوگ جو ایمان کے ایک رشتہ مین منسلک ہین ایک جسم کی طرح ہین، کہ جب اس کے کسی ایک عضو کو بھی صدمہ پہنچتا ہے، تو سارے عضو اس درد کو محسوس کرتے ہین اور کسی کو شب کو چین کی نیند نہین آتی"

یہی باہمی معاونت، مشارکت، اور ہمدردی وہ اخوت اور برادری ہے جس کو قرآن پاک نے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ مین ادا کیا ہے کہ تمام افراد جو ایمان کی برادری مین شریک ہین، باہم حقیقی بھائی ہین، اور وہ مشترک خیال و عقیدہ جس کی بنا پر یہ برادری قائم ہوتی ہے اوسکی پختگی، استحکام، اہمیت اور اس کے لیے پوری قوم کی حیات و موت کا فلسفہ قرآن پاک نے دین حنیف کے داعی اول حضرت ابراہیم کی زبان سے اس طرح بیان کیا ہے،

"میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا ساری دنیا کے پروردگار خدا کے لیے ہے، مجھے اسی کا حکم ملا ہے
اور میں سب سے پہلا مسلم ہوں"

ایک مشترک برادری کیلئے دنیا کی مختلف قوموں نے مختلف رشتے تلاش کئے، بنی اسرائیل نے نسل کا اتحاد، یونانیوں نے وطن کا اتحاد، رومیوں نے سلطنت کا اتحاد، ہندوؤں نے ذات کا اتحاد اپنے سامنے رکھا، لیکن کیا ان میں سے کوئی رشتہ بھی ایسا ہے جس میں انسانوں کی تمام برادری داخل ہو سکے، دنیا ایک نسل اور ایک ذات نہیں بن سکتی، اور نہ تمام دنیا ایک سلطنت ہو سکتی ہے، اور اگر ہزاروں ظلم کے بعد بزور بنائی بھی جائے تو قائم نہیں رہ سکتی، موجودہ یورپ نے نسل، خون، رنگ، اور جغرافی حدود کو اس اتحاد کا معیار قرار دیا، مگر اس کے نتیجے بھی سب کی آنکھوں کے سامنے ہیں، اسلیے نسل، ذات، وطن، سلطنت، جغرافی تقسیم، اور رنگ کوئی مادی معیار انسانوں کی تمام برادری کو اپنے ایک مشترک گوشہ میں جمع نہیں کر سکتا ہے، اگر کوئی ایسی عمومی اور مشترک چیز قرار پا سکتی ہے تو وہ کوئی غیر مادی حقیقت ہی ہو سکتی ہے، جس کے دامن میں وسیع دنیا کے ہر فرد کو پناہ مل سکے،

لوگ یورپ کی تنگدل قومیت اور وطنیت کے فشار سے گھبرا کر بعض ایسی مشترکہ انجمنوں اور سوسائٹیوں کے قیام کی فکر میں ہیں جو کسی غیر مادی تخیل کی برادری کی بنیاد پر قائم ہوں، مگر وہ غیر مادی تخیل اُن کے سامنے کیا آتا ہے، انسانیت، مزدوری، سوشلزم، بالشوازم، جن میں سے کوئی بھی تمام عالم کی وسعت کو محیط نہیں، اور ہر ایک بدل جانے والا اور مٹ جانے والا انسانی معیار ہے، اور جن میں سے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو نیکی، ایثار اور احسان پر براہ راست انسانوں کو ابھار سکے، انسانیت کے تخیل سے باہر ہزاروں غیر انسانی مخلوقات ہیں جو کبھی بھی انسان نہیں بن سکتیں، اور دوسرے تخیلات کی بنیاد صرف روٹی پر ہے، اور جو صرف سرمایہ داری کے خلاف غریبوں اور مزدوروں کے جذبات نفرت کو ظاہر کرتے ہیں، اور یہ سب دنیا کے باطل بُت ہیں جو مٹ جائیں گے،

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (حج)

یہ اسلیے کہ اللہ ہی ایک حق ہے اور اس کے سوا یہ لوگ جنکو پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور اللہ ہی بلند اور بڑا ہے،

اسلام نے مادی اشتراکات اور تنگ تخیلات کو چھوڑ کر اُس سب سے زیادہ غیر مادی سب سے زیادہ باقی سب سے زیادہ غیر متبدل، سب سے زیادہ عالمگیر، سب سے زیادہ وسیع، اور سب سے زیادہ سچی حقیقت کو اس اشتراک کا رشتہ اور اس برادری کا معیار قرار دیا، جس میں نہ صرف تمام نسلیں اور ذاتیں، تمام جغرافی حدود اور رنگ، اور تمام سرمایہ دار اور مزدور بلکہ تمام ذی روح بلکہ تمام مخلوقات یکساں شامل اور داخل ہو سکتی ہیں اور وہ ایک رحم والے، تمام عالم کے تنہا پالنے والے، اور ساری نیکیوں کے مالک، رحمان و رحیم اللہ پر ایمان ہے کہ ہم سب صرف اسی کو اپنا آقا و مالک، اور اپنا ماویٰ و ملجا سمجھیں اور یقین کریں، اور اسکی تمام مخلوقات کیساتھ جو بندگی اور مخلوق ہونے میں ہمارے برابر ہیں نیکی اور محبت سے پیش آئیں، اس بلند، حقیقی، اور سب سے سچی، غیر متبدل، غیر مادی، روحانی و ذہنی حقیقت کو غیر متزلزل یقین اور عقیدہ کے ساتھ تسلیم کرنا ایمان اور توحید ہے،

یہ وہ برادری ہے جس میں نہ صرف وہ جو مسلمان ہیں شریک ہو سکتے ہیں، بلکہ وہ بھی جو رسمی مسلمان نہیں برابر کے شریک ہیں، قرآن نے سارے آسمانی کتابوں کے ماننے والوں کو ایک متحدہ معیار برادری کی دعوت ان لفظوں میں دی ہے،

"اے کتاب والو! آؤ ایک بات پر ہم سب متحد ہو جائیں، جو ہم میں تم میں برابر ہے، اور وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجیں، اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو خدا کو چھوڑ کر اپنا رب نہ بنائے"

اس وسیع و عالمگیر صداقت کے رشتہ کو وسیع و عالمگیر برادری کی بنیاد قرار دیکر اسلام نے موقع دیا ہے کہ اس سچی، حقیقی، صحیح ترین، باقی اور غیر فانی حقیقت کو پورے جوش، یقین، اور استحکام کیساتھ تمام افراد انسانی اپنا عقیدہ بنائیں، اور اپنے تمام کاموں کو اس مرکز کے دائرہ کے تحت میں انجام دیں، یہ ہے "گریٹر اسلام" جس کے دامن میں تمام دنیا سما سکتی ہے،

مقالات

حضرت ابوہریرہ رضؓ پر گستاخانہ جرح،

از مولوی شاہ معین الدین صاحب رفیق دار المصنفین،

کیسی عجیب بات ہے کہ آج بعض جدت پسند برائے نام تعلیمیافتہ اصحاب علمائے اسلام کو طعنہ دیتے ہین کہ وہ اب تک کے عصر مین ہین اور پرانے زمانہ کے اماموں مجتہدون، محدثین، تابعین اور صحابہ کی باتون اور روایتون کو اس بیسوین صدی مین بھی مانتے ہین لیکن خود ان معترضون کی دماغی غلامی کا یہ عالم ہے کہ وہ جو بات بھی کہتے ہین وہ دوسرون کی نقالی اور بری تقلید ہوتی ہے، وہ عیسائی مشنریون اور یورپ کے مستشرقون کے مخالف اسلام خیالات کو سنکر اس کی بے پناہ جہالت اور کم علمی سے مرعوب ہو جاتے ہین کہ وہ انکو تمامتر وحی والہام سمجھ لیتے ہین اور انھین معلومات کو لیکر عام مسلمانون کے سامنے اپنی تحقیقات علمیہ کی صورت مین پیش کرتے ہین اور خوش ہوتے ہین کہ ہم نے اسلام کے تجدید و اصلاح کا کام کیا، نا مسلمانون کی یہ دماغی غلامی بکیا ان ائمہ مجتہدین، محدثین، تابعین اور صحابہ کی تقلید و اتباع سے بہتر ہے جنھون نے اپنی زندگیان اسلام و رسول اسلام علیہ السلام کے احکام و پیام کی تبلیغ و اشاعت مین صرف کین؟

اس ذہنی غلامی کا سب سے بدترین مظاہرہ ہمارے بعض مسلم "یورپ زدون" کا وجود ہے، یہ اپنی تہذیب، اپنے تمدن، اپنی معاشرت اپنی تاریخ غرض ہر اس قومی عنصر کو جس سے قوم قوم بنتی ہے یورپ کے بنائے ہوئے اصول و معیار پر جانچتے اور پرکھتے ہین، اگر وہ ان پر پورے اترتے ہین تو انکے لئے قابل قبول ورنہ قابل رد ہین، خواہ اس رد کرنے مین خود اسلام ہی کی پوری عمارت کیون نہ گر جائے،

اسلامی تہذیب و معاشرت تو کب کی بیرون اصلاح کا فسانہ پہلے ہی سے تھی لیکن اب مذہب کی باری آئی ہے، اور اصلاح و تجدید کے پردہ مین اسکے خلاف [illegible] بیان شروع ہو گئی ہین اور ہر یورپ زدہ "متمدن" تاریخ اسلام کا مورخ بننے کی کوشش

کرتا ہے، سب سے زیادہ قابل رحم یہ ہے کہ یہ بھی صرف یورپ کی نقالی ہے، ورنہ ایسے اشخاص جو عربی زبان سے بہت ہی سطحی واقفیت رکھتے ہین جنھون نے قرآن پاک کے سمجھنے پر زندگی کے چند لمحے بھی صرف نہین کئے، جنھون نے احادیث کے پڑھنے اور سمجھنے کی تکلیف بھی گوارا نہین کی وہ محض ترجمون اور دوسرون کے نوشتون پر بھروسہ کر کے پبلک مین اپنے جعلی فضل و کمال کی نمائش کرتے ہین انکی اس کوشش سے انکو کم از کم یہی فائدہ حاصل ہو جاتا ہے کہ انکی صدائے تجدید کو سنکر اسی قبیل کے "متلاشیان حق" ادھر متوجہ ہو جاتے ہین، اور تھوڑی دیر کیلئے انکو خراج تحسین ملجاتا ہے، اور عارضی طور پر انکی گرم بازاری ہو جاتی ہے،

اس "تجدد ملت" کے مساعی جمیلہ وقتاً فوقتاً اس فرقہ کے ایک خاص "صحیفہ" مین اکثر نظر آتے رہتے ہین لیکن حال مین اس "محققانہ سلسلہ" کی جو زرین قسط گمراہ دقیانوسی مسلمانون کی رہنمائی کے لئے پیش کی گئی ہے، وہ اپنی گوناگون خصوصیات کے سبب سے عجیب تر ہے، اور اس لئے قابل توجہ ہے،

اس سے پہلے کے مقالات مین غریب پرانے مولوی "مجددین ملت" کے ہدف ملامت بنتے تھے، لیکن تازہ مقالہ مین پرواز اصلاح نے آج سے تیرہ سو سال پیچھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف مورچہ جمایا ہے، کہ درمیانی واسطون کو چھوڑ کر براہ راست گلشن اسلام کے باغبانون ہی کو مجروح کر کے روز روز کے مذہبی مناظرون کا قصہ ختم کر دیا جائے، کہ جب صحابہ ہی جو قصر اسلام کے اساطین ہین گرا دیئے جائینگے تو مذہب کی بوسیدہ عمارت خود بخود منہدم ہو جائے گی، اس طرح سے حدیث کا دفتر بے پایان بھی ناقابل اعتبار قرار پا جائیگا، اور جب حدیثین ناقابل اعتبار ہو جائینگی تو من مانی تاویلون کیلئے دروازہ کھل جائیگا، لیکن لائق مضمون نگار کو معلوم ہونا چاہئے،

اگر گیتی سراپا باد گیرد — چراغ مقبلان ہرگز نمیرد

چنانچہ تازہ مقالہ مین حضرت **ابوہریرہؓ** کو جو صحابہؓ کے زمرہ مین سب سے زیادہ کثیر الروایۃ ہین مشق ستم کیلئے منتخب فرمایا گیا ہے، اور اس محترم ہستی کو ساقط الاعتبار قرار دینے کے لئے تدلیس، کذب، مغالطہ اور اس قبیل کا کوئی ایسا اوچھا حربہ نہین ہے، جو استعمال نہ کیا گیا ہو، اس کوشش مین جا بجا فاضل مضمون نگار کی وسعت نظر اور سخن فہمی کا پردہ بھی فاش ہو گیا ہے، اس جرأت اور بے باکی کی بھی کوئی انتہا ہے کہ شروع سے آخر تک مضمون کا ایک

لفظ بھی صحیح نہین، اور اس پر اس دلیری سے صحابہؓ پر تنقید، گو اس سے پہلے اس سلسلہ کے جو مضامین نظر سے گذرے وہ بھی تحقیق اور ریسرچ مین اس سے کم نہ تھے، لیکن جس دیانت کا تازہ مضمون مین ثبوت دیا گیا ہی، اس کی مثال مشکل سے مل سکے گی، اسلئے اسکو نظر انداز کر دینا ہر عامی کا حوصلہ بڑھانا ہی،

سب سے پہلے اس بات پر تعجب ہوا کہ وہ آزاد و بیباک محرر جو حق گوئی" کی خاطر مسلمانون کی، مسلمانون کے علوم کی، صحابہ کی، کسی کی پروا نہین کرتا، آخر وہ کس باطل کے خوف سے اتنا لرزہ براندام ہوتا ہی کہ مضمون مین اپنے نام کے اظہار کی جرأت بھی نہین پاتا، اور سرکاری نوکری کے ماہانہ چند خزف ریزون کے ڈر سے اپنے نام و عہدہ کو چھپا ہی کر رکھنا اپنی دنیاوی مصلحت جانتا ہے جس شخص کی جرأت کا یہ حال ہو اسکی دوسری اخلاقی جرأتون کا کیا ذکر؛ ہر حال اس "اخفائے نام" کی بیسود کوشش کے باوجود حصول شہرت کا بے خواستہ جذبہ چلمن کے پیچھے سے اپنے حسن کی نمائش مین مصروف ہی، املا اور زبان کی "صحت" طرز خیال کی "سنجیدگی" تحقیق اور نظر کی وسعت ہر چیز غمازی کرتی ہی کہ اسکا سرچشمہ بھی وہی ہی جس سے اس سلسلہ کے پچھلے مضامین نکل چکے ہین، لیکن "حق گوئی" کے نقاب مین چہرہ صاف نظر نہ آتا تھا، حالانکہ اصلاح و تجدید کی دعوت برافگندہ نقاب و برعلی رؤس الاشہاد ہونی چاہئے کہ "مجددین ملت" اور صلحاے امت نے تجدید کی دعوت پس پردہ نہین بلکہ برسر دار دی ہی، بہر حال ہمکو مضمون نگار کے ذوق خودنمائی کا ممنون ہونا چاہئے کہ ایک موقعہ پر انھون نے خود ہی اپنی بغدادی سیاحت کا حوالہ دیکر جسکو وہ اپنی عربی دانی کے ثبوت مین اکثر پیش فرماتے رہتے ہین، خود ہی اپنے چہرہ سے نقاب ہٹا کر اپنا تعارف کرا دیا ہی،

اس مضمون نگار کو صحابہؓ کے مطاعن لکھنے کیلئے کسی بڑی کوشش کی ضرورت نہ تھی، اردو کی بہت سے چھپی ہوئی مناظرہ کی کتابون مین یہ معلومات انکو مل سکتے تھے، اور ہمکو مضمون نگار کی علمی وسعت سے یہ بدگمانی نہین ہی کہ انھون نے ان سے فائدہ نہ اٹھایا ہوگا، لیکن انکے جواب مین جو رسالے لکھے گئے ہین اگر وہ انکو بھی دیکھ لیتے تو نہ انکو مضمون لکھنے کی ضرورت پیش آتی اور نہ ہمکو جواب کی، یہی سبب ہی کہ مضمون نگار نے پورے مضمون مین کہین کتابون

کے ابواب یا صفحات کا حوالہ نہین دیا ہی، شاید یہ بھی مقصود ہو کہ اس طرح لوگون کو جواب کیلئے انکے حوالون کے ڈھونڈھنے مین دقت ہوگی، اور انکے کذب و تدلیس کا پردہ فاش نہ ہوگا،

اس سے پہلے کہ مقالہ نگار کی تنقید پر نظر ڈالی جائے اول اس سے یہ سوال کرنا ہی، کہ اس نے اپنے مضمون کی اس سرخی "بعض عقائد اسلامی کے کمزور ماخذ" کے ماتحت جو احادیث نقل کئے ہین، ان مین کون سی روایت عقیدۂ اسلامی کے متعلق ہی، غالبًا اسکو معلوم ہوگا کہ عقیدہ یا ایمان صرف توحید، رسالت، صحف سماوی، ملائکہ اور حشر و نشر پر صدق دل سے یقین کا نام ہی، لیکن ان مین کسی شے کے متعلق اس نے کچھ نہین کہا ہی، پھر اس مضمون کو عقائد سے کیا تعلق ہی؟ اور اگر اسکے نزدیک ایمان و عقیدہ کے کچھ اور اجزا بھی ہون، تو براہ کرم عامۂ مسلمین کو اس سے آگاہ فرما کر ممنون کیا جائے، ورنہ پھر یہی سمجھا جائیگا کہ اس سرخی کے ماتحت ہر قسم کی رطب و یابس روایات جنھین عقیدہ سے دور کا بھی لگاؤ نہین نقل کرکے عوام اور نیم تعلیمیافتہ طبقہ کو عقائد اسلامی کے متعلق مغالطہ دینا مقصود ہی؟

معترض کے اس مضمون کے دو حصے ہین، پہلے حصہ مین اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تاریخی اور اخلاقی حیثیت سے گرانے کی کوشش کی ہی اور دوسرے حصہ مین انکی روایتون پر عاقلانہ تنقید کی ہے،

مضمون کا پہلا حصہ

کیا ابوہریرہؓ اسلام لاتے وقت صغیر السن تھے؟ اس سلسلہ مین معترض نے سب سے اول حضرت ابوہریرہؓ کو ان کے قبول اسلام کے وقت صغیر السن ثابت کرنے کی کوشش کی ہی تاکہ سرے سے انکی تمام مرویات مشتبہ ہو جائین چنانچہ ارشاد ہوتا ہی کہ

(۱) "جب ابوہریرہ مدینہ مین آئے تو نہایت مفلوک و مفلس تھے اور غالبًا کم سن بھی تھے" پھر اس کم سنی کے ثبوت مین حسب ذیل دلیلین پیش کی ہین،

۱۔ جب وہ مدینہ آئے تو یتیم و مفلوک تھے،

(۲) ان کی کنیت ابوہریرہ (بلیون والے) تھی،

۳۔ مروان جس نے ۶۴ھ سے ۶۵ھ تک خلافت کی، وہ انکو اپنا خلیفہ بناتا تھا،

۴۔ حسن بصری سے ان سے ملاقات ثابت ہے، اس لئے وہ کم سن تھے،

۵۔ جب وہ مدینہ گئے تو انکی ماں زندہ تھیں، اور جس کی ماں زندہ ہو وہ کم سن،

یتیمی و افلاس | اس دعوے کے ثبوت مین حضرت ابوہریرہؓ کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے کہ "مین بڑا ہوا یتیمی کی حالت مین اور جب مین نے آنحضرت صلعم کے پاس ہجرت کی اس وقت مین مسکین تھا اور نوکر تھا غزوان کی بیٹی کا صرف پیٹ کی روٹی پر اور باری باری اونٹ چرانے پر، جن لوگون کے لئے لکڑیان چنتا جب وہ اترتے اور جانورون کو گا کر چلاتا جب وہ سوار ہوتے، ہو شکر ہے اس کا جس نے دین کو مضبوط کیا اور ابوہریرہ کو دین کا پیشوا بنایا"، یہ روایت نقل کرکے معترض کہتا ہے کہ "آخری جملے قابل غور ہین"

معلوم نہین سخن فہم فاضل اس روایت کے کس جملہ سے ابوہریرہ کا کم سن ہونا ثابت کرتے ہین، وہ یہ نہین کہتے کہ مین کم سن یتیم ہو کر آنحضرت صلعم کے پاس آیا، بلکہ وہ یہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہین، اس کے بعد کے واقعہ یعنی آنحضرت صلعم کے پاس آنے کو اس کے ماقبل سے کوئی تعلق نہین، یہ دونون واقعے الگ الگ ہین، اگر ناقد نے اس روایت کے الفاظ پر غائر نظر ڈالی ہوتی تو اسکو معلوم ہو جاتا کہ یہ روایت اسکی تائید کے بجائے تردید کرتی ہے، روایت کے الفاظ یہ ہین، کہ "مین بڑا ہوا یتیمی کی حالت مین، اور جب آنحضرت صلعم کے پاس ہجرت کی"، یہ الفاظ خود شاہد ہین کہ وہ بڑے ہونے کے بعد خدمت نبویؐ مین حاضر ہوئے، دوسرے یہ فطری اصول بھی پیش نظر رہنا چاہئے تھا، کہ کوئی صغیر السن بچہ مذہب کی تلاش مین دور دراز کا سفر نہین کر سکتا، اس قسم کی تلاش حق تو پختہ کاری مین ہوتی ہے، مزید بحث آگے آئیگی،

"قابل غور" کے متعلق گذارش ہے کہ نعوذ باللہ ابوہریرہ کوئی خادع اور فریب کار تو تھے نہین جنکا

اعتراف باوجود مخالفت آپکو بھی ہوگا، کہ وہ اپنے پیشوا ہونے کے بعد فخریہ کہتے ہین کہ "دیکھو مین نے کیسی چالاکی کی، کیسی زبون حالت مین آیا تھا اور اپنی چالاکیون سے آج دین کا پیشوا ہو گیا، بلکہ "اما بنعمۃ ربک فحدث" کے قرآنی اصول پر اس سے باری تعالیٰ کا شکریہ مقصود ہے کہ ایک وہ دن تھا کہ مین نادار و مفلس تھا اور آج خدا نے اپنے فضل و کرم سے مجھے اس رتبہ تک پہونچایا، ان جملون پر توجہ دلانے سے معلوم نہین فاضل ناقد نے ابوہریرہؓ کا کونسا چھپا ہوا راز معلوم کر لیا، اگر وہ حضرت ابوہریرہؓ کے ان فقرون کو "قابل غور" سمجھتے ہین تو نعوذ باللہ سورہ الم نشرح کو وہ اور زیادہ "قابل غور" سمجھتے ہونگے جسمین خود آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے یہی تعلیم نقل کی گئی ہے،

ابوہریرہؓ کی کنیت، | دوسری جگہ نہایت ہوشیاری کے ساتھ ابوہریرہؓ کی کنیت سے انکی صغر سنی ثابت فرماتے ہین لیکن چونکہ غلط بیانی پر ضمیر ملامت کرتا ہے، اس لئے عجب متضاد مضحکہ انگیز اور بے سروپا باتین لکھ جاتے ہین، ارشاد ہوتا ہے "یہ پتہ نہین چلتا کہ ابوہریرہ کی کنیت کی کیا وجہ ہے، .... ممکن ہے ابوہریرہؓ کی کنیت اس اس واسطے پڑ گئی ہو کہ ابوہریرہؓ نے حسب عادت رسول اللہ صلعم سے روایت بیان کی کہ ایک مسلمہ پر اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے عذاب کیا کہ اس نے ایک بلی کو بھوکا مار دیا تھا، حضرت عائشہؓ نے سنا تو انھون نے کہا خدا ابوہریرہؓ پر رحم کرے کیا ایک مومنہ پر ایک بلی کی وجہ سے عذاب ہو سکتا ہے، غالباً اس واقعہ نے ابوہریرہؓ کی کنیت کو مشہور کر دیا ہو، مگر روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اس کنیت کو اپنے لئے پسند کرتے تھے، اس لئے ممکن ہے کہ جب وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین طفل صغیر کی حیثیت سے حاضر کئے گئے ہون، اس وقت وہ بلی کے بچہ کو گود مین لئے ہون اور آنحضرت صلعم نے انکا لقب ابوہریرہؓ رکھ دیا ہو، کیونکہ آپ مزاحاً ایسی کنیت رکھ دیا کرتے تھے، جیسے ابو تراب مگر اس واقعہ کی کوئی سند کم از کم میری نظر سے نہین گذری قیاس یہ ہے کہ "ہریرہ" انکی لڑکی کا نام رہا ہو، کیونکہ ان کے داماد بھی حدیثون کے بڑے راوی تھے، اور انکا نام عاصم ہے، مگر دقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے انکو ابوہریرہؓ کیسے پکارا"

فاضل نقاد کو حیرت میں اوپر کی تحریر میں کتنی متضاد اور غیر مربوط باتیں لکھ گئے، ایک طرف انھیں کنیت کا صحیح پتہ نہیں چلتا، دوسری طرف وہ بلی اور سوسنہ کی حدیث سے کنیت پیدا کرتے ہیں، تیسری طرف وہ آنحضرت صلعم کا دیا ہوا لقب تجویز فرماتے ہیں، پھر ابوہریرہ کی لڑکی کا نام ہرہ فرض کرکے اسکو کنیت کا سبب قرار دیتے ہیں، پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میری نظر سے نہیں گذری" اور سب سے زیادہ حیرت انکو اس پر ہو کہ رسول اللہ نے ابوہریرہ کو اس کنیت سے کیونکر پکارا، غرض یہ آشفتہ نگاری اور پریشان نظری فاضل نقاد کے دماغی انتشار کا عجیب و غریب مرقع ہے،

حیرت ہو کہ جس نے بزعم خود روایات و احادیث کی تمام کتابیں کھنگھال ڈالی ہوں، اس کی نظر سے کنیت کی سند نہ گذری ہو، حالانکہ اسکی سند طبقات کی ہر کتاب اور حدیث کی بعض کتابوں میں موجود ہے، ترمذی میں خود ابوہریرہؓ کی زبانی منقول ہو کہ "میں بلی کا ایک بچہ پالے تھا، اسے رات کو ایک درخت میں رکھ دیتا، اور صبح کو بکریاں چرانے وقت ساتھ لے لیتا، اور اس سے کھیلتا تھا، لوگوں نے اسکے ساتھ میری یہ دلچسپی دیکھکر مجھکو ابوہریرہ کہنا شروع کردیا" (ترمذی مناقب ابوہریرہ)

اس روایت سے کنیت کی دشواری حل ہوگئی ہوگی اور انکو قیاسی مفروضات کی ضرورت نہ پیش آئیگی، بلی اور سلمہ کی روایت تنہا ابوہریرہ سے مروی نہیں ہو کہ اسکو انکی کنیت کا سبب قرار دیا جائے، بلکہ ابن عمر سے بھی مروی ہو اور کئی طریقوں سے مروی ہے، (دیکھئے بخاری ج اول ص ۵۹۴ و مسلم ج ۲ ص ۹۹ طبع مصر) اگر یہ واقعہ بھی کنیت کا سبب ہو سکتا تھا تو ابوہریرہ سے زیادہ ابن عمر اسکے مستحق تھے، حضرت عائشہؓ کی تنقید سے عقلاً و نقلاً اس روایت کی تضعیف نہیں ہو سکتی، عقلاً اس لئے کہ اسمیں جانداروں پر شفقت کی تعلیم ہو، نقلاً اسلئے کہ ابوہریرہؓ کے علاوہ اور صحابی بھی اس کے راوی ہیں، ہریرہ نام ابوہریرہ کے کوئی لڑکی نہ تھی، اور نہ آنحضرت صلعم نے یہ کنیت رکھی تھی، بلکہ بچپن میں انکے وطن میں رکھی گئی تھی جیسا کہ ترمذی کی روایت سے ظاہر ہو، ابوہریرہ کے والد کا نام عاصم نہیں بلکہ سعید بن مسیب ہو (تہذیب التہذیب ابن حجر تذکرہ سعید بن مسیب) یہ بھی عجب تماشا

ارشاد ہو کہ آنحضرت صلعم نے یہ کنیت بھی رکھی تھی اور پھر انکو یہ دقت بھی محسوس ہو رہی ہو کہ رسول اللہ نے انکو ابوہریرہ کیسے پکارا، حالانکہ اسمیں کوئی دقت نہیں کیا آنحضرت صلعم اس قسم کی کنیت سے لوگوں کو نہیں پکارتے تھے، آپ نے تو خود حضرت علیؓ کی کنیت ابوتراب رکھی تھی، یہ تو بہت موٹی سی بات ہو کہ جسکا جو نام ہوگا لوگ اسکو اسی سے پکارینگے، اسمیں دقت کیا ہو، عرب میں کنیت کی حیثیت نام کی ہوتی ہو، بلکہ اس کے آگے لوگ نام کو بھول جاتے ہیں،

مروان کی نیابت | دعوی کے تیسرے ثبوت میں ارشاد ہوتا ہو کہ "مروان بن حکم نے ۴۰ھ سے ۸۶ھ تک خلافت کی اس زمانہ میں ابوہریرہ کو مروان نے مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر کیا" پھر اس کے ثبوت میں مسلم کی ایک روایت نقل کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہو کہ "کہا جاتا ہو کہ ابوہریرہ جب اسلام لائے تو انکی چھبیس سال کی عمر تھی، اگر جنگ خیبر میں انکی عمر چھبیس سال تھی جو ۷ھ کا واقعہ ہو تو ۵۹ھ میں انکی عمر ۸۰ سال کی ہوئی جو سن ایک شیخ فانی کا ہو، مگر ایک روایت سے معلوم ہوتا ہو کہ انھوں نے بصرہ میں وفات پائی، اور انکی عیادت کو حسن بصری آئے" اس کے بعد حسن بصری کی عیادت میں آنے کا واقعہ نقل کرکے فرماتے ہیں کہ اس حساب سے تو وہ (ابوہریرہ) بالکل غیر طبعی عمر میں مرتے ہیں، حالانکہ تاریخ کی رو سے انکا انتقال چھہتر سال کی عمر میں ہوا، اگر یہ صحیح ہے، تو ابوہریرہؓ جس وقت آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت بالکل نوعمر بچہ تھے، یہ نتیجہ اس واقعہ سے اور بھی زیادہ قوی ہو جاتا ہو کہ ابوہریرہ کا خود بیان ہے کہ انکی والدہ بھی انکے ہمراہ تھیں"

ناظرین کو یہ معلوم کرکے حیرت ہوگی کہ مذکورۂ بالا واقعات میں سے ایک واقعہ بھی صحیح نہیں ہو، کسی میں کذب صریح ہو اور کسی میں تدلیس یا مغالطہ سے کام لیا گیا ہو، ستم ظریفی یہ ہے کہ اس صریح غلط بیانی پر حق گو لقب فرماتے ہیں،

سب سے پہلی غلط بیانی یہ ہو کہ اس مورخ بے ہمتا نے مروان کا زمانہ ۴۰ھ سے ۸۶ھ تک بتایا ہو، حالانکہ وہ غریب ۶۵ھ میں مرچکا تھا، ۸۶ھ میں تو اسکی ہڈیاں بھی قبر میں باقی نہ رہی ہونگی، جناب حق گو ۸۶ھ

تک مروان کا زمانہ نہیں بلکہ عبد الملک بن مروان کا زمانہ ہے اور وہ بھی آپ کے قول کے مطابق ۶۰ھ سے نہیں بلکہ ۶۵ھ سے شروع ہوکر ۸۶ھ پر ختم ہوتا ہے اور اگر ابو حنیفہ دینوری، طبری، یعقوبی، مسعودی، ابن اثیر، ابو الفداء، ابن خلدون وغیرہ کی متداول تاریخوں کے علاوہ جناب نے کوئی جدید ماخذ دریافت فرمایا ہے، تو آپکو اس علمی اکتشاف پر مبارکباد دیتا ہوں اس سے ہم نیازمندوں کو بھی آگاہ فرمایا جائے، یورپ کو کتابوں کی تلاش پر بڑا ناز ہے لیکن اس جدید انکشاف پر شاید وہ بھی انگشت بدندان رہجائیگا، دوسری ضمنی تاریخی غلطی یہ ہے کہ غزوہ خیبر کا زمانہ ۸ھ بتایا گیا ہے، حالانکہ غزوۂ مذکور محرم ۷ھ میں ہوا، جیسا کہ تمام کتب سیر میں ہے، اگر آپ غزوہ خیبر کا سنہ صحیح رقم فرماتے تو حضرت ابو ہریرہؓ کی عمر ایک سال اور بڑھ جاتی گو یہ اضافہ آپکے لئے کار آمد نہ ہوتا کہ ایک سال کے اضافہ سے وہ غیر طبعی عمر میں نہیں پہونچ سکتے تھے۔

تیسری تدلیس یہ ہے کہ مروان کی گورنری کے ایک واقعہ کو اس کی خلافت کے زمانہ میں دکھایا گیا ہے، حالانکہ مروان ابو ہریرہ کو اپنی خلافت کے زمانہ میں نہیں بلکہ امیر معاویہ کے عہدِ حکومت میں جبکہ وہ انکی جانب سے مدینہ کا گورنر تھا، اپنی عدم موجودگی میں کبھی کبھی اپنا خلیفہ یعنی نائب بناتا تھا، اور اس کی گورنری کا زمانہ ۴۲ھ سے شروع ہوتا ہے (ملاحظہ ہو طبری و ابن اثیر وغیرہ حوادث ۴۲ھ) اگر جناب کی بغدادی سیاحت عربی دانی کے لئے کچھ مفید ہوئی ہوتی تو خود آپکی نقل کردہ مسلم کی روایت سے یہ مشکل حل ہوجاتی، مسلم کے الفاظ یہ ہیں ان ابا ھریرۃ حین کان یستخلفہ مروان علی المدینۃ" یعنی جب مروان ابو ہریرہ کو مدینہ پر اپنا قائم مقام بناتا تھا" اس جملہ کے الفاظ خود شاہد ہیں کہ یہ واقعہ مروان کی حکومت کے زمانہ کا نہیں بلکہ اس کی گورنری اور امارتِ مدینہ کے زمانہ کا ہے، آپ کو معلوم ہوگا کہ بنو امیہ اور مروان کا دار الخلافہ دمشق تھا، اس لئے خلیفہ دمشق کے مدینہ میں قائم مقامی کے کیا معنی؟ اور اس سے یہ بھی مراد نہیں لیا جاسکتا کہ وہ اپنی حکومت دمشق کے زمانہ میں ابو ہریرہ کو مدینہ کا گورنر بناتا تھا، کیونکہ اس کے لئے عربی محاورہ "یستخلفہ" کے بجائے "یستعملہ" ہوتا، اس لئے اس استخلاف کے سوائے

اس کے کوئی معنی ہو ہی نہیں سکتے کہ مروان امیر معاویہ کے عہد میں اپنی مدینہ کی گورنری کے زمانہ میں ابو ہریرہؓ کو کبھی کبھی اپنا قایم مقام بناتا تھا، بہرحال اس سے کم ازکم آپ کی یہ کوشش بالکل رائگان گئی کہ ابو ہریرہؓ مروان کے زمانہ میں ۸۰ سال کے ہوجاتے ہیں، اس لئے وہ عہد نبوی میں صغیر السن تھے، رہا یہ سوال کہ انکی صحیح عمر کیا تھی تو اس کا جواب آگے آتا ہے،

یہ دلیری اور تناقضِ بیان بھی کس درجہ حیرت انگیز ہے کہ ابھی آپ ابو ہریرہؓ کو ان کے اسلام کے وقت کم سن ثابت کر رہے تھے، لیکن پھر چونکہ مروان کے زمانہ میں انھیں شیخ فانی دکھانا تھا اس لئے اسلام کے وقت ان کی چھبیس ۲۶ سال کی عمر فرض کرلی، درآنحالیکہ اس سے آپکو کوئی فائدہ بھی حاصل نہیں ہوتا، اگر آپ نے رجال کی کتابوں کے دیکھنے کی زحمت گوارا کی ہوتی تو آپ کو آسانی کے ساتھ ان کی عمر معلوم ہوجاتی، اصابہ میں خود انھیں کی زبانی مروی ہے کہ "میں غزوۂ خیبر کے زمانہ میں (یعنی ۷ھ میں) رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت میری عمر تیس سال سے کچھ اوپر تھی، اس وقت سے لیکر آپکی وفات تک برابر آپ کے ساتھ رہا، (ملاحظہ ہو اصابہ ابن حجر عسقلانی ج ۷، ص ۲۰۵ مصر)

کیا اس صریح شہادت کے بعد بھی آپکو اسلام کے وقت یا آنحضرت صلعم کے عہد میں ابو ہریرہؓ کی صغر سنی پر اصرار رہیگا؟

حضرت ابو ہریرہؓ کے اسلام کا واقعہ رجال و طبقات کی تقریباً تمام اور حدیث کی بعض کتابوں میں مفصل مذکور ہے، اس کو دیکھ کر آپ آسانی کے ساتھ ان کی عمر کے متعلق صحیح فیصلہ کرسکتے تھے، چنانچہ یہ واقعہ حدیث کی مستند ترین کتاب بخاری میں ہے جب ابو ہریرہ نے اسلام قبول کرنے کی غرض سے مدینہ کا رخ کیا تو راستہ میں نہایت ذوق و شوق سے یہ شعر پڑھتے جاتے تھے،

یا لیلۃ من طولہا و عنائہا　علیٰ انہا من دارۃ الکفر نجت

اے رات اس کی درازی اور اس کی مصیبت　ہاں اس نے کفر کے گھر سے نجات دی،

اس تلاش حق کے راستہ مین انکا غلام بھی ان کے ساتھ تھا، وہ گم گیا، جب ابوہریرہ مدینہ پہونچکر اسلام قبول کر چکے تو انکا گم شدہ غلام بھی آگیا، اس کو دیکھکر آنحضرت صلعم نے ان سے فرمایا ابوہریرہ لو تمھارا غلام آگیا، ابوہریرہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ وہ لوجہ اللہ آزاد ہے، (ملاحظہ ہو بخاری ج ۲ ص ۳۴۳ و ۳۴۴ مطبوعہ کرزن پریس دہلی) اس واقعہ کے بعد مین فاضل محقق سے سوال کر سکتا ہون کہ کیا ایک صغیر السن بچہ جسے حق وباطل کی کوئی تمیز نہین ہوتی اس ذوق ووجد کے ساتھ حق کی تلاش مین گامزن ہو سکتا ہے؟ اور اسکے سامنے غلام وآقا کی یہ صورت پیدا ہو سکتی ہے؟

حسن بصری سے ملاقات تیسرا مغالطہ یہ دیا گیا ہے کہ حضرت حسن بصری اور ابوہریرہ کی ملاقات سے ابوہریرہؓ کے غیر طبعی عمر مین پہونچ جانے کا نتیجہ نکالا گیا ہے، حالانکہ ان دونون بزرگون کی ملاقات نہایت آسانی کے ساتھ ابوہریرہؓ کی طبعی عمر مین ہو سکتی ہے، حسن بصری کا زمانہ ابوہریرہؓ سے اتنا متاخر نہین ہے کہ عمر طبعی مین دونون کی ملاقات نہ ہو سکتی ہو، حسن بصری معمولی شخصیت کے بزرگ نہین کہ ان کے حالات پردہ خفا مین ہون بلکہ وہ جلیل القدر تابعی ہین، طبقات ورجال کی اکثر کتابون مین انکے تفصیلی حالات موجود ہین، انکے سال پیدائش کو دیکھکر آپ نہایت آسانی کے ساتھ اس کا فیصلہ کر سکتے تھے، کہ انکی اور ابوہریرہؓ کی ملاقات عمر طبعی مین ہو سکتی تھی یا نہین، لیکن آپکو تو عوام کو مغالطہ دینا مقصود تھا، اس لئے خواہ مخواہ اس تحقیق کی کیون زحمت گوارا فرماتے، اب آیئے اس فرض کو پورا کرکے آپ کے مغالطہ کا یہ پردہ فاش کیا جاتا ہے،

حضرت حسن بصری حضرت عمرؓ کے اخیر عہد خلافت مین پیدا ہوئے، طبقات کی سب سے قدیم اور سب سے مستند کتاب ابن سعد کے الفاظ یہ ہین "ولد الحسن بالمدینۃ لسنتین بقیتا من خلافۃ عمر بن الخطاب" یعنی حضرت حسن بصری حضرت عمرؓ کے اختتام عہد خلافت سے دو سال پہلے مدینہ مین پیدا ہوئے، (ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ق اول ج ۷ ص ۱۱۴ لیڈن) اور رجب ۱۱۰ھ مین انکا انتقال ہوا (کتاب مذکور ص ۱۱۹) حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب مین لکھتے ہین "ولد لسنتین بقیتا من خلافۃ عمر بن الخطاب نشاء

بوادی القریٰ" یعنی حسن بصری عمرؓ کے ختم خلافت سے دو سال قبل پیدا ہوئے اور وادی القریٰ مین نشو ونما پائی (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۶۳) حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ مین لکھتے ہین "حفظ کتاب اللہ فی خلافۃ عثمان وسمعہ یخطب مرات وکان یوم الدار ابن اربع عشرۃ سنۃ" یعنی حسن بصری نے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین کلام اللہ حفظ کیا اور انکو بارہا تقریرین کرتے ہوئے سنا اور یوم الدار (حضرت عثمانؓ کے محاصرہ کا دن) مین وہ ۱۴ سال کے تھے، پھر سنہ وفات مین لکھتے ہین کہ "مات سنہ عشر ومائۃ" یعنی ۱۱۰ھ مین انتقال کیا، (ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ذہبی ج اول ص ۶۲ و ۶۳)

"یوم الدار" مین ۱۴ سال کا ہونا خود اسکا ثبوت ہے، کہ وہ حضرت عمرؓ کے اختتام خلافت سے دو سال قبل پیدا ہوئے، کیونکہ حضرت عثمانؓ نے ۱۲ سال خلافت کی اس لئے انکی خلافت کے آخری سال مین جسکی عمر ۱۴ سال کی ہوگی وہ انکی خلافت سے دو سال پہلے پیدا ہوا ہوگا یعنی وہی حضرت عمرؓ کے اختتام عہد خلافت سے دو سال قبل اور حضرت عمرؓ ذی الحجہ ۲۳ھ مین شہید ہوئے، اس لئے حضرت حسن بصری کا سال پیدائش اس سے دو سال پہلے ذی الحجہ ۲۱ھ یا اس سے ایک مہینہ پہلے یا بعد متعین ہوا؛

اب عمر طبعی اور غیر طبعی مین ملاقات کا فیصلہ نہایت آسان ہے، خواہ حضرت ابوہریرہؓ کے اسلام کے وقت ۷ھ مین میرا متعین کردہ سن تیس سال لیجئے، یا اپنا متعین کردہ چھبیس سال، اگر اس ملاقات مین حضرت حسن بصری کی عمر ۲۵ سال بھی فرض کیجائے جو سن رشد کے لئے بہت کافی ہے، جسکا ۴۶ھ ہوگا تو میری متعین کردہ عمر کے حساب سے اس ملاقات کے وقت حضرت ابوہریرہؓ کی عمر تقریباً کم وبیش ۷۰ سال ہوگی اور آپکی متعین کردہ عمر کے حساب سے تو چار پانچ سال اور بھی گھٹ جائین گے یعنی کم وبیش ۶۵ یا ۶۶ سال کی عمر ہوگی، بہر حال دونون صورتون مین طبعی ہی عمر مین دونون کی ملاقات ہوتی ہے؛

اب اس کو دوسری شکل سے بھی جانچ لیجئے، حضرت ابوہریرہؓ کی وفات باختلاف روایت ۵۷ھ سے ۵۹ھ تک کسی سنہ مین ہوئی ہے اور وفات کے وقت ۷۸ سال کی عمر تھی[1] اسلئے انکی

[1] دیکھو استیعاب ابن عبد البر ج ۲ ص ۱۹۷،

ملاقات حسن بصری سے جو ۲۱ھ میں پیدا ہوئے نہایت آسانی کے ساتھ عمر طبعی مین ہوسکتی ہی،

اس سلسلہ مین آپکا یہ خیالی دعویٰ کہ ابوہریرہؓ نے بصرہ مین وفات پائی، معلوم نہین کہان کی گپ ہی اس قسم کی تو کوئی ضعیف سی ضعیف روایت بھی نہین مل سکتی، غالباً آپ نے حسن بصری کی ملاقات سے یہ نتیجہ نکالا ہی لیکن آپکو معلوم ہونا چاہئے کہ مدینہ خود تمام طالبانِ علم کا مرجع تھا، ابوہریرہؓ کو بصرہ جانے کی ضرورت نہ تھی، بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے شائقینِ حدیث خود مدینہ آکر استفادہ کرتے تھے، ابوہریرہؓ کا انتقال باتفاق اربابِ سیر مدینہ مین ہوا، اور وہین آپ سپردِ خاک کئے گئے، (دیکھئے ابن سعد و استیعاب و اسد الغابہ وغیرہ تذکرۂ ابوہریرہؓ)

ابوہریرہ کی ماں کا زندہ ہونا

چوتھا مغالطہ یہ ہو کہ مقالہ نگار نے حضرت ابوہریرہؓ کے اسلام کے وقت انکی ماں کی حیات کو انکی صغرسنی کے ثبوت مین پیش کیا ہی، کیا کوئی سمجھدار انسان اس قسم کی مہمل اور لایعنی دلیل بھی پیش کرسکتا ہی، یہ معلوم ہو کہ اسلام کے وقت حضرت ابوہریرہؓ کی عمر تیس اکتیس سال سے زیادہ نہ تھی، اس عمر مین کسی کی ماں کا زندہ رہنا کون غیر طبعی اور خارق عادت واقعہ ہی جس پر آپ کو ابوہریرہؓ کو خواہ مخواہ کمسن فرض کرنے کی ضرورت پیش آگئی یا آپ نے اوسطِ عمر کا کوئی اور نرالا اصول ایجاد کیا ہی، ع

جوبات کی خدا کی قسم لاجواب کی،

مذکورۂ بالا تمام مباحث ناقد علام کے اس ادعا کے جوابات تھے کہ ابوہریرہ قبولِ اسلام کے وقت کم سن بچہ تھے، ان مباحث سے ناظرین کرام کو ناقد کے خودساختہ اعتراضون، مغالطون اور تاریخی تدلیسون کا بھی پورا اندازہ ہوگیا ہوگا، اور قبولِ اسلام کے وقت حضرت ابوہریرہؓ کی صحیح عمر بھی معلوم ہو گئی ہوگی،

حضرت ابوہریرہ پر اخلاقی الزام

اس کے بعد فاضل مضمون نگار نے حضرت ابوہریرہؓ کو اخلاقی حیثیت سے مجرم ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہی، اس حصہ مین انھون نے ایک جلیل القدر صحابی کی ہجو مین جس طرح قلم کو آلودہ کیا ہی، شاید کوئی سنجیدہ انسان ایک معمولی شخص کیلئے بھی ایسے نازیبا الفاظ استعمال نہین کرسکتا

اس سلسلہ مین سب سے سنگین فردِ جرم حضرت ابوہریرہؓ پر یہ لگائی گئی ہو کہ وہ غزوات مین مطلق

شریک نہین ہوئے اور پھر غزوات کے جھوٹے واقعات بیان کرتے ہین، ارشاد ہوتا ہو کہ

ابوہریرہؓ غزوات مین شریک نہ تھا اور دوسرون سے سنی ہوئی باتین اپنی جانب سے بیان کرتے تھے

"ساڑھے تین برس مین آنحضرت صلعم کو متعدد غزوات پیش آئے، غزوۂ تبوک، غزوۂ حنین، غزوۂ طائف، فتح مکہ، حجۃ الوداع جسمین خود آپ بہ نفسِ نفیس شریک تھے، ابوہریرہؓ کا قول ہی جیسا کہ حسب ذیل حدیثون سے معلوم ہوگا کہ وہ رسول اللہ صلعم کے ہمراہ خیبر، تبوک، حنین، فتح مکہ اور حج اکبر مین شریک تھے، اگرچہ یہ ظاہر نہین ہوتا کہ کس حیثیت سے، ان احادیث مین غالباً غور یہ امر ہے کہ اس قسم کے واقعات سے ملتا جلتا واقعہ اور صحابیون کی زبانی بھی مروی ہی، لہذا یہ ممکن ہی کہ ابوہریرہ نے سارے واقعات دوسرے صحابیون سے سنے ہون، اور بعد مین اپنی طرف سے بیان کردیئے ہون" اس کے بعد پیش بندی کے طور پر جسکا فائدہ آگے چل کر معلوم ہوگا فرماتے ہین "جیسا کہ عام طور پر لوگون کا خیال ہو وہ اصحابِ صفہ مین نہ تھے"

ان ارشادات گرامی کے بعد مذکورۂ بالا غزوات کے متعلق ابوہریرہ اور انکی مرویات سے ملتی جلتی ہوئی بعض دوسرے صحابہ کی روایتین نقل کی ہین، اور لطف یہ ہے کہ ان منقولہ روایتون سے ہمارے ناقد بزرگ کے دعویٰ کو ذرہ برابر بھی تقویت حاصل نہین ہوتی،

اوپر کے بیان مین ہمارے ناقد نے عجیب و غریب قیاس آرائیان فرمائی ہین، اور محض اپنے مفروضہ قیاس پر ابوہریرہؓ کو ہدفِ ملامت بنا دیا، وہ فرضی قیاس یہ ہی، "کہ خیبر، تبوک، حنین، اور فتح مکہ کے متعلق ابوہریرہؓ کی روایات موجود ہین، لیکن چونکہ یہ معلوم نہین کہ وہ کس حیثیت سے ان مین شریک تھے، اور یہ کہ انکی مرویات سے ملتی جلتی ہوئی دوسرے صحابہ کی مرویات بھی موجود ہین" اس لئے ہمارے منطقی ناقد اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ ابوہریرہ خود ان غزوات مین موجود نہ تھے اور انھون نے دوسرے صحابہؓ سے سنکر اپنی طرف سے یہ واقعات بیان کردیئے،

ارسطو اگر زندہ ہوتا تو وہ اپنی منطق کی اس بربادی پر ماتم کرتا، دعویٰ اور دلیل، مقدمات اور نتائج کا باہمی تناسب اور ارتباط کس درجہ منطقیانہ ہی، "کس حیثیت سے شرکت" کا سوال بھی خوب ہی ظاہر ہے

کہ جن غزوات کے متعلق انکی روایات ملتی ہین، انہین وہ بحیثیت مجاہد شریک ہوے ہونگے، کیا مغازی اور تاریخ کی کتابون
مین افسران فوج کے علاوہ تمام مجاہدین کی شرکت کی حیثیت بھی بیان کیجاتی ہے؟ اگر نہین بیان کیجاتی، تو
ابوہریرہؓ کی شرکت کی حیثیت کو آپ کیون تلاش کرتے ہین، اور نہ ملنے پر اس پر انکی عدم شرکت کا فتوی دیتے
ہین، دوسرا قیاس بھی ایسا ہی دور از کار ہے کہ چونکہ ابوہریرہؓ کے بیان کردہ واقعات سے ملتے جلتے ہوے دوسرے
صحابہ کے بیان کردہ واقعات بھی منقول ہین، اس لئے لامحالہ انھون نے انھین سے سنکر اپنی طرف سے بیان
کردیئے" اس سے تو آپکی تائید کے بجائے تردید ہوتی ہے، اس کو ایک معمولی عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے، کہ
جب دو آدمی کسی ایک واقعہ کے وقت موجود ہونگے تو اس کے بارہ مین ان دونون کا بیان خواہ مخواہ
ملتا جلتا ہوا ہوگا، بیان کی مشابہت سے تو ابوہریرہؓ کی شرکت کی اور زیادہ تصدیق ہوتی ہے، اس سے
آپ ان کی عدم شرکت کا نتیجہ کس طرح نکالتے ہین؛

جب یہ دونون مقدمات سرے سے غلط ہین تو اس کا یہ نتیجہ بھی صحیح نہین کہ "ابوہریرہ خود غزوات
مین شریک نہ تھے، اور انھون نے دوسرون کی زبانی سنکر اپنی جانب سے روایت بیان کردی"، اس لئے
جن غزوات کے بارے مین انکی روایات حدیث کی کتابون مین ملتی ہین ان مین وہ یقیناً شریک ہوے ہونگے،
ان روایات کے علاوہ خود ان کا یہ بیان بھی اسکا شاہد ہے، کہ "جب مین آیا، اس وقت رسول اللہ صلعم
خیبر مین تھے اس وقت میری عمر تیس سال سے کچھ اوپر تھی، اس وقت سے لیکر آپکی وفات تک برابر آپکے
ساتھ رہا، آپ کے ساتھ آپکی ازواج مطہرات کے گھرون پر جاتا تھا، آپکی خدمت کرتا تھا آپ کے ساتھ
غزوات مین شریک ہوتا تھا، آپ کے ساتھ حج کرتا تھا" (اصابہ ج ۷، ص ۲۰۵) روایتون سے
بھی انکے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے، اس لئے محض سوء ظن کی بنا پر انکی شرکت سے انکار نہین
کیا جاسکتا کہ سوء ظن کسی صحیح العقل انسان کے نزدیک دلیل نہین بن سکتا،

اس کے علاوہ بعض غزوات مین ان کی شرکت کا ثبوت اور طریقون سے بھی ملتا ہے، مثلاً یہ ایک

متفقہ بیان ہے کہ ابوہریرہؓ غزوۂ خیبر کے سال یمن اور حبش کے مسلمانون کے بحری قافلہ کے ساتھ اپنے وطن سے
حجاز آئے لیکن چونکہ آنحضرت صلعم اس وقت مدینہ سے خیبر تشریف لے جاچکے تھے، اس لئے یہ بھی قافلہ کے ساتھ
راستہ سے وہین چلے گئے، اور مشرف ہوکر آپ کے ساتھ مدینہ واپس آئے، اس لئے غزوۂ خیبر کے متعلق ان کا
بیان چشم دید ہوگا، اسلام کے پہلے حج مین جو حجۃ الوداع سے ایک سال پہلے ہوا اس کی شرکت احادیث وسیر کی
کتابون سے ثابت ہے کہ وہ اور دوسرے لوگ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ آنحضرت صلعم کے
اعلان کی زور زور سے منادی کرتے تھے کہ سب کے گلے پڑگئے تھے (صحیح بخاری کتاب المناسک وتفسیر سورۂ
برات و مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۲۹۹، و ابن سعد وغیرہ) حنین کی روایت مین آپ نے تدلیس فرمائی ہے، وہ حنین
کا واقعہ نہین بلکہ خیبر کا ہے (ملاحظہ ہو بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر)

فتح مکہ کے متعلق آپنے خود انکی مفصل روایت نقل کی ہے، اگر اس مین محض کوئی ایسا واقعہ ہوتا جس سے براہ راست انکو
کوئی تعلق نہ ہوتا تو یہ احتمال ہوسکتا تھا کہ انھون نے دوسرے صحابہؓ سے سنکر بیان کردیا ہوگا، لیکن روایت
مذکور کے بعض اجزا خود انکی ذات سے متعلق ہین، مثلاً یہ کہ رسول اللہ صلعم نے غزوۂ مذکور مین ان کے ذریعہ
سے انصار کو بلوایا تھا، اس لئے اس کے نقل کا احتمال نہین ہوسکتا، اسی سفر کا دوسرا واقعہ مسلم مین ان سے
مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "انشاء اللہ کل خیف مین قیام ہوگا، جہان کفار قریش نے اسلام کے
خلاف معاہدہ کیا تھا، (مسلم ج ۱ جلد اول مصر) اسی طریقہ سے اور جن غزوات کے متعلق انکی روایات ملتی
ہین اس مین بھی یہ یقیناً شریک رہے ہونگے، اور جب تک اس کے خلاف کوئی قوی شہادت نہ مل جائے
اس وقت تک محض آپ کے باطل ادعاے انکی عدم شرکت کا فیصلہ نہین ہوسکتا،

ابوہریرہ اصحاب صفہ مین نہ تھے، معترض کا یہ کہنا بھی صحیح نہین کہ "ابوہریرہ اصحاب صفہ مین نہ تھے اور یہ محض
عام لوگون کا خیال ہے" یہ عام لوگون کا خیال نہین، بلکہ تاریخی واقعہ ہے، اگر احادیث وسیر کی کتابون پر معترض
کو عبور ہوتا تو کبھی ایسا دعوی نہ کرتا، ثبوت ملاحظہ ہو:-

علامہ ابن حجر بروایت ابو نعیم لکھتے ہیں: ابو ہریرہؓ خیبر اور حدیبیہ کے درمیان اسلام لائے اور مدینہ میں
ہجرت کرکے اصحاب صفہ کے زمرہ میں مقیم ہوئے (اصابہ ج ۷، ص ۲۰۲) ترمذی کی روایت ہی، ابو ہریرہؓ بیان
کرتے تھے کہ اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے، ان کے پاس اہل وعیال اور مال ودولت میں سے کوئی شے نہ تھی،
اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں بھوک کی شدت سے اپنا کلیجہ زمین پر ٹیک دیتا تھا، اور پیٹ
پر پتھر باندھتا تھا، (ترمذی ص ۴۰۰ مطبع العلوم دہلی) اس سے بھی زیادہ واضح اور مستند بخاری کی روایت
ملاحظہ ہو "ابو ہریرہ بیان کرتے تھے کہ میں مساکین صفہ میں سے ایک مسکین تھا، اس لئے جب وہ لوگ اقوال
رسول اللہ صلعم کو بھول جاتے تھے تو میں یاد رکھتا تھا" (بخاری کتاب البیوع)

کیا، اتنی شہادتوں کے بعد کوئی لکھا پڑھا آدمی یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہی کہ ابو ہریرہؓ اصحاب صفہ
میں نہ تھے؟

خلفاء کے عہد میں جہاد میں نہ شریک ہونے کا الزام

اسی سلسلہ میں اس کے بعد ارشاد ہوتا ہی "عجیب یہ بات ہے کہ مغازی ابن اسحٰق
جو بخاری اور مسلم سے تقریباً ستر برس قبل کی تصنیف ہی اسمیں ابو ہریرہؓ کا ذکر
غزوات میں کہیں نہیں ملتا، اور نہ ان کی طرف سے کوئی روایت نقل کی ہی، کاتب واقدی نے غزوات میں
اگر کسی راوی کا نام لیا ہی تو اسمیں بھی ابو ہریرہؓ کا نام نہیں ملتا، کاتب واقدی بالعموم روایت کو
اس طرح شروع کرتا ہی "مجھے یہ روایت پہونچی" واللہ اعلم بالصواب، ہاں ابو ہریرہؓ کا ذکر ایک جگہ آیا ہی
اور وہ زمانہ صدیق اکبرؓ میں بموجب روایت واقدی کہ جب یمن کے قبائل غزوۂ شام میں شرکت کے لئے
مدینہ آئے، تو ابو ہریرہؓ بھی اسمیں موجود تھے" اس کے بعد مضمون نگار نے فتوح الشام واقدی سے
شامی جہاد میں ابو ہریرہؓ کی شرکت کی روایت نقل کی ہی،

ان مفروضہ مقدمات سے آپ حسب ذیل نتائج نکالتے ہیں:-

"اس سے معلوم ہوتا ہی، کہ وہ خلافت سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے پہلے ہی اپنے وطن واپس چلے گئے تھے"

اور شاید آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت وہ مدینہ میں نہ رہے ہوں، مگر تمام غزوۂ شام میں جہاں مجاہدین
کی شجاعت اور بسالت کی داستانیں دنیا کو غرق حیرت کردینگی، اور جناب خالدؓ، ضرار، شرحبیل، عبدالرحمن
بن ابی بکرؓ وغیرہم کے کارنامے فوجی تاریخوں میں ہمیشہ آب زر سے لکھے جائینگے، وہاں بھی ابو ہریرہ کا
کوئی ذکر نہیں آیا، اغلب یہ ہی کہ سپاہ اسلام میں وہ محض فالو یا باشی بزدق کی حیثیت رکھتے تھے، البتہ
فتوحات بلاذری میں انکا ذکر خلافت عمر فاروقؓ میں ملتا ہی حضرت نے انکو بحرین کا محصل مقرر کیا تھا مگر
ان پر غبن ثابت ہوا، اور یہ مدینہ بلوائے گئے، حضرت عمرؓ نے غصہ میں انکو مخاطب کرکے کہا، اے خدا اور اس کی
کتاب کے دشمن تونے مسلمانوں کا مال چرایا، اس کے بعد خلفائے راشدین کے زمانہ میں ان کا ذکر نہیں ملتا"

قبل اس کے کہ ان دونوں اقتباسوں پر تنقیدی نظر ڈالی جائے فاضل محقق سے یہ پوچھنا ہی کہ جناب
نے مغازی ابن اسحٰق کا نسخہ کہاں دیکھا کہ آپ نے اس میں ابو ہریرہؓ کا ذکر نہ ہونے کا فیصلہ کردیا، اس
قسم کے بے بنیاد دعووں سے آپ عوام کو فریب دے سکتے ہیں، لیکن واقفان راز پر یہ افسوں نہیں چل سکتا
کہ علم کے شائق مدت سے مغازی ابن اسحٰق کو گوشہ گوشہ میں ڈھونڈھ رہے ہیں، مگر نہیں ملتی، لیکن اگر
آپ کی تجسس نظر اور شوق طلب نے کہیں اسکا پتہ لگایا ہی تو مہربانی کرکے آگاہ فرمائیے کہ نہ صرف ہندوستان
کے اہل علم بلکہ دنیائے اسلام بلکہ آپ کے لئے قابل فخر یہ ہی کہ تمام یورپ آپ کے اس علمی انکشاف کا ممنون
احسان ہوگا، شاید سیرت ابن اسحٰق سے آپکا مقصود سیرۃ ابن ہشام ہی جسمیں ابن اسحٰق کی روایتیں بھی
ہیں، اور یہ سیرۃ ابن ہشام ہی جو بخاری و مسلم سے مقدم نہیں، ابن اسحٰق المتوفی ۱۵۱ھ اور امام بخاری المولود
۱۹۴ھ والمتوفی ۲۵۶ھ کی تالیفوں کے درمیان تقریباً ستر برس کا فصل بتانا بھی عجیب وغریب تحقیق ہی، اگر
ابن اسحٰق نے مرتے وقت اور بخاری نے بچپن برس کے سن میں کتابیں لکھی ہوں تو البتہ یہ درست ہوسکتا ہی
پھر وسعت نظر اور صحت علم کا یہ حال ہی کہ آپ محمد بن عمر واقدی اور محمد بن سعد کاتب واقدی دونوں
کو ایک شخص سمجھتے ہیں حالانکہ دونوں دو علحدہ علحدہ شخص ہیں، محمد بن عمر واقدی اور ہیں جنکی کتاب المغازی

اور فتوح الشام ہے، اور محمد بن سعد کاتب واقدی دوسرے ہین جنکی مشہور کتاب طبقات ہے اور لیڈن مین چھپ چکی، اول الذکر محض افسانہ گو ہے، ارباب فن کے نزدیک اس کی تصانیف کی کوئی وقعت نہین، البتہ آخر الذکر کی کتاب طبقات مین مستند سمجھی جاتی ہے، آپ دانستہ یا نادانستہ مستند مصنف کاتبِ واقدی کا نام لیکر غیر مستند واقدی کی کتاب سے واقعہ نقل کرکے عوام کو دھوکا دیتے ہین، آپکا نقل کردہ واقعہ کاتب واقدی کے طبقات (ابن سعد) مین نہین، بلکہ واقدی کے فتوح الشام مین ہے، جسکو نہ صرف علمائے مشرق بلکہ علمائے مغرب بھی جعلی سمجھتے ہین،

اس التباس کی جانب توجہ دلانے کے بعد یہ عرض ہے کہ پہلے ایک اصول کو سمجھ لیجئے اس سے آپکے اعتراض کا اہم حصہ خود بخود اٹھ جائیگا، کہ دنیا مین تمام انسانون کی صلاحیتین یکسان نہین ہوتین، اسلئے ہر شخص ایک ہی لائن مین نہین چمکتا، بلکہ ہر شخص کی صلاحیت و استعداد علحدہ علحدہ ہوتی ہے، اور جس کو جس شے سے طبعی مناسبت اور فطری لگاؤ ہوتا ہے، اسی مین وہ زیادہ نمایان ہوتا ہے، حضرت ابوہریرہؓ فطرۃً علمی آدمی تھے، اصحاب صفہ کے ماحول مین انھون نے زندگی بسر کی تھی، اس لئے ان سے خالد بن ولیدؓ کے جیسے جنگی کارنامون کی امید رکھنا جن کے خاندان مین پشتہا پشت سے قریش کی فوجی امارت چلی آتی تھی خود اپنی نادانی ہے، ابوہریرہؓ کی عظمت کا میدان میدان رزم نہین، بلکہ مسند علم و افتا تھی، اس لئے ان کے کارنامون کو شام کے میدان وغا کے بجائے، مدینہ کے مسند علم مین تلاش کرنا چاہئے، آج بھی سیف و قلم دونون مشکل ہی سے ایک شخص مین جمع ہوسکتے ہین، بلکہ بڑی حد تک، ان دونون مین ایک قسم کا بیر ہے، اسی لئے استثنائی مثالون کے سوا کوئی بڑا فاتح کامیاب مصنف نہین ہوسکتا، اور کوئی بڑا عالم فوجی قیادت نہین کرسکتا، پھر آپ سیف و قلم دونون کو ان ابوہریرہؓ کے ہاتھ مین دیکھنا چاہتے ہین، اگر انکی تیغ علم کے جوہر دیکھنے ہون تو کتب احادیث پر نظر ڈالئے، انکی تابانی سے آپکی نظر خیرہ ہوجائیگی، لیکن اگر اسکے باوجود آپکو نظر نہ آئے تو

ع چشمۂ آفتاب را چہ گناہ،

خود اپنی پیش کردہ شخصیتون مین سے حضرت خالد بن ولیدؓ کو لیجئے جنکی تلوار نے عراق اور شام کا تختہ الٹ دیا تھا، اور بقول آپ کے فاتح کی حیثیت سے لازوال شہرت حاصل کی، لیکن کیا اس فاتحانہ شہرت کیساتھ انھون نے کوئی علمی شہرت بھی حاصل کی، عمرو بن العاصؓ پر نظر ڈالئے جو فتوحات شام مین ابو عبیدہ بن جراحؓ اور خالد بن ولید کے دوش بدوش تھے، اور مصر کے فاتح اعظم ہین، لیکن کیا وہ اپنی ان عظیم الشان فتوحات کے ساتھ میدان علم کا ایک چپہ بھی فتح کرسکے، واقعہ یہ ہے کہ استثنائی مثالون کے سوا سیف و قلم دونون مشکل ہی سے کسی ایک شخص مین جمع ہوتے ہین، اسی لئے خالدؓ اور عمرو بن العاصؓ جنھون نے قیصر و کسریٰ کی سلطنتون کا تختہ الٹ دیا، علم کا کوئی معمولی کارنامہ بھی نہ دکھا سکے، تاہم اس سے نہ انکی تنقیص ہوسکتی ہے اور نہ انھین جاہل کہا جاسکتا ہے کہ انکو جو کچھ کرنا تھا وہ میدان رزم مین کیا، اس لئے اگر ابوہریرہؓ جو مدینہ کی مسند علم و افتا کی زینت تھے، میدان جہاد مین زیادہ نمایان نہ ہوسکے، تو اس سے انکی تنقیص نہین ہوسکتی، اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہے کہ مغازی کی کتابون مین عموماً انھین لوگون کے نام آتے ہین جنھون نے اہم کوئی نمایان کام کیا ہو، ہر معمولی مجاہد کا تذکرہ نہین ہوتا، اس لئے اس تذکرہ کے نہ ہونے سے کسی کی عدم شرکت کا فیصلہ نہین ہوسکتا،

خود اپنے ذاتی واقعہ کو لیجئے، آپ عراق کی جنگ مین "کسی حیثیت سے" انگریزی حکومت کی طرف سے شریک تھے، اور بہت سے واقعات کے چشمدید گواہ بھی ہونگے، مگر اس جنگ کی کسی مستند تاریخ "مغازی" مین آپکا ذکر نہین، ٹائمس ہسٹری مین بھی شاید نام نہ ملے، مگر کیا نعوذ باللہ آپکو اس "عراقی غزوہ" کے اسلامی و دینی خدمات سے کسی کو انکار ہوسکتا ہے؟ حضرت ابوہریرہؓ معمولی مجاہد تھے، اس لئے اگر انکا نام کسی خاص کتاب مین نہین ہے، تو اس سے انکی عدم شرکت ثابت نہین ہوسکتی،

پھر آپ نے صرف دو تین کتابون کا حوالہ دیا ہے، ایک مغازی ابن اسحٰق اسکا حال معلوم ہے کہ بغیر دیکھے ہوئے آپ نے دعویٰ کردیا، دوسرے واقدی کی کتاب المغازی اور فتوح الشام ان دونون

کی حیثیت بھی داستان امیر حمزہ سے زیادہ نہین، اس مہمل حوالہ مین بھی آپ نے دو غلطیان فرمائین، ایک یہ کہ محمد بن سعد کاتب واقدی اور محمد بن عمر واقدی دونون کو ایک شخص لکھدیا، دوسرے یہ دعوی کردیا کہ واقدی روایت مین راوی کا نام نہین لیتا، حالانکہ یہ صحیح نہین ہی، اس وقت مغازی واقدی میرے سامنے ہی، اسمین سب روایتون مین مسلسل نام ہین، مہربانی کرکے محض سماعی باتون پر یقین نہ کیا کیجیے، ایک خود بھی کبھی کتاب دیکھنے کی زحمت گوارا کرلیا کیجیے، بہرحال اگر واقدی جیسی جھوٹی کتاب مین ابوہریرہؓ کی روایت نہین ہی تو، بہ چشم ما روشن دل ما شاد،

یہ بھی واقف کارون کی سمجھ سے باہر ہے کہ آپ نے تاریخ کی سیکڑون کتابون کو چھوڑکر صرف دروغگو واقدی کو کیون منتخب فرمایا ہی، یا ترقی ہی تو یہ کہ بخاری بھی غلط، مسلم بھی غلط، اور یا تنزل ہی تو یہ کہ دروغگو واقدی بھی مستند: ع

یا ترقی آن چنان ویا تنزل این چنین،

بہرحال اسی واقدی کی فتوح الشام ہی اسمین بھی توشام مین ابوہریرہؓ کی شرکت جہاد ثابت ہے، اور آپ کو خود اسکا اعتراف ہی، لیکن اگر فتوح الشام کے علاوہ تاریخ کی دوسری کتابون پر بھی نظر ڈالنا آپ کے لئے ممکن ہوتا تو اس دلیری کے ساتھ ابوہریرہؓ کو شرکت جہاد سے محروم نہ کرتے، ابوہریرہؓ فاروقی اور عثمانی دونون دورون مین مشرقی ملکون کے جہاد مین شریک تھے،

حضرت عمرؓ کے آخر عہد خلافت مین جب آذربیجان پر فوجکشی ہوئی تو عبد الرحمن بن ربیعہ ترکون کے مقابلہ پر مامور ہوئے، اس فوجکشی مین ابوہریرہؓ بھی مجاہدانہ شریک تھے، لیکن ابھی یہ مہم ناتمام تھی کہ حضرت عمرؓ کا انتقال ہوگیا، اور حضرت عثمانؓ مسند نشین ہوئے، انکے زمانہ مین عبد الرحمن نے بلنجر پر حملہ کیا اور شہید ہوئے، انکی شہادت کے بعد انکے بھائی سلمان انکے قایم مقام ہوئے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ انکے ساتھ بلنجر سے جیلان ہوتے ہوئے جرجان گئے (ابن اثیر ج ۳ ص ۱۰۳ مطبوعہ یورپ)

غرض مذکورۂ بالا تصریحات سے یہ دعوی کہ "ابوہریرہؓ فتوحات مین شریک نہ تھے" قطعًا غلط ہی، اور اسی مقدمہ کا یہ نتیجہ بھی کہ "وہ خلافت سیدنا ابوبکرؓ سے پہلے ہی اپنے وطن واپس چلے گئے تھے، اور شاید آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت مدینہ مین موجود نہ رہے ہون" تمامتر غلط ہے، تمام ارباب سیر کا اتفاق ہے کہ ابوہریرہؓ قبول اسلام کے بعد پھر اپنے وطن واپس نہ گئے، اور ہمیشہ آنحضرت صلعم کے ساتھ رہے، اور بعد کو مدینہ ہی مین اقامت اختیار کی، اور وہین وفات پائی، (دیکھو ابن سعد و استیعاب و اسد الغابہ تذکرہ ابوہریرہؓ)

"خلفاء کے عہد مین انکا تذکرہ نہین ملتا،" اسی طرح یہ ارشاد کہ "خلفاء راشدین کے زمانہ مین انکا تذکرہ نہین ملتا" مضمون نگار کے قصور علم کا آئینہ ہی، ابوبکر صدیقؓ کے عہد مین وہ خود شامی جہاد مین انکی شرکت تسلیم کرتا ہی، پھر عہد فاروقی مین انھین بحرین کا عامل بھی مانتا ہی، گو اس سلسلہ مین انکو خیانت کا مجرم ٹھہراتا ہی، تاہم انکے تذکرہ سے انکار نہین، اس کے علاوہ ابھی اوپر ابن اثیر کے حوالہ سے آذربیجان کی فوجکشی مین انکی شرکت کا ثبوت دیا جاچکا ہی، اس کے بعد حضرت عثمانؓ کا زمانہ آتا ہی، اس مین وہ ایسے نازک وقت مین جبکہ باغیون نے قصر خلافت کو گھیر رکھا تھا، اس مین موجود تھے، اور مسلمانون کو حضرت عثمانؓ کی حمایت پر آمادہ کرتے تھے، مسند احمد بن حنبل کی روایت ہی، کہ عثمانؓ کے محاصرہ کے زمانہ مین ابوہریرہؓ نے عثمانؓ سے کچھ کہنے کی اجازت مانگی، انھون نے اجازت دی، ابوہریرہؓ نے کھڑے ہوکر حمد و ثنا کے بعد کہا مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہی، آپ فرماتے تھے کہ تم لوگون کو میرے بعد فتنہ و اختلاف سے سابقہ پڑیگا، اس پر کسی نے سوال کیا، ایسے وقت مین ہمارے لئے کیا حکم ہی، فرمایا تم کو امین اور اس کے ہواخواہون کا ساتھ دینا چاہئے، اس سے عثمانؓ کی طرف اشارہ تھا، (مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۴۵) حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ مین یہ صفین کے میدان مین ناطرفدار حیثیت سے موجود تھے، ان چارون خلفاء کے علاوہ کونسا خلیفۂ راشد تھا جسکے عہد مین حضرت ابوہریرہؓ کا پتہ نہین چلتا،

ابوہریرہؓ کے جہاد مین نہ شریک ہونے کی حقیقت واضح کرنے کے بعد اب مین ان مکروہ الزامون پر تنقید کرتا ہون، جنمین ہمارے شایستہ فاضل نے ابوہریرہؓ کو ظالم بدہن، خائن، غدار، اور جھوٹا وغیرہ معلوم نہین کن کن بد اخلاقیون کا مرتکب قرار دیا ہی،

ابوہریرہؓ پر خیانت کا اتہام، اس سلسلہ مین سب سے مکروہ الزام خیانت کا ہی جسکا ذکر اوپر ہوچکا ہی، اس واقعہ کو حق گو صاحب نے حذف و اضافہ کرکے بہت زیادہ بدنما بنا دیا ہی، اگر وہ دیانت داری کے ساتھ پورا واقعہ نقل کردیتے تو خود اس کی بدنمائی دور ہوجاتی، اور اس کی تصحیح کی ضرورت نہ پیش آتی، یہ واقعہ طبقات کی کتابون مین متعدد طریقون سے مروی ہی، جنمین جزوی اختلافات ہین، مین طبقات کی مستند ترین کتاب ابن سعد کی روایات کا قدر مشترک نقل کرتا ہون، اس سے واقعہ کی اصلی صورت نمایان ہوجائیگی،

واقعہ یہ ہو کہ حضرت عمرؓ نے ابوہریرہؓ کو بحرین کا محصل مقرر کیا، یہ وہان اپنے فرائض کے ساتھ ساتھ تجارت بھی کرتے رہے، جس سے ان کے پاس باختلاف روایت دس بارہ ہزار یا بیس بائیس ہزار کی رقم جمع ہوگئی، جب یہ بحرین سے مدینہ آئے، تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ خدا اور اس کی کتاب کے دشمن تو نے خدا کا مال چرایا، انھون نے جواب دیا کہ مین انکا دشمن نہین بلکہ ان کے دشمن کا دشمن ہون، حضرت عمرؓ نے پوچھا پھر تم نے یہ روپیہ کہان سے پایا، انھون نے جواب دیا کہ میری گھوڑیان بچے دیتی تھین انکی تجارت کرتا تھا، غلامون کا ٹیکس ملتا تھا عطیے آتے تھے، غنیمت مین میرے حصے ملتے تھے، حضرت عمرؓ نے یہ جواب سنکر کہا کہ اپنا اصل سرمایہ اور اپنا وظیفہ لو، باقی بیت المال مین داخل کردو، چنانچہ انھون نے یہ دونون رقمین لیکر باقی روپیہ بیت المال مین داخل کردیا، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے انھین پھر بحرین واپس کرنا چاہا، لیکن انھون نے انکار کردیا، حضرت عمرؓ نے کہا تم کو نوکری (عمل) سے انکار کیون ہی، نوکری تو حضرت یوسفؑ نے کی ہی جو خود نبی اور نبی زادہ تھے، انھون نے جواب دیا یہ سچ ہے، لیکن مجھکو خوف ہی کہ میری آبروریزی کیجائے، میرا مال چھینا جائے، اور مجھے سزا دیجائے" (ابن سعد

ج ۴ ق ۲ ص ۵۹ و ۶۰ تذکرۂ ابوہریرہؓ) یہ اصل واقعہ ہی جسکا ایک ٹکڑا ہمارے حق گو صاحب نے نقل کرکے کہان سے کہان پہنچا دیا،

ظاہر ہی کہ اس واقعہ مین حضرت ابوہریرہؓ خیانت کے مجرم نہ تھے، لیکن اگر کوئی شخص یہ شبہہ کرے کہ حضرت عمرؓ نے ان پر خیانت کا شک کیون کیا تو اس کو حضرت عمرؓ کی سیرت اور ان کے طرز جہانبانی پر نظر ڈالنی چاہئے، ہر تاریخ دان حضرت عمرؓ کے سخت گیر احتساب سے واقف ہی، کہ وہ ادنی ادنی شبہہ پر بڑے بڑے صحابہؓ کو لے ڈالتے تھے، اس قسم کے معلوم نہین کتنے واقعات تاریخون مین موجود ہین، اس لئے تنہا انکے احتساب اور انکی باز پرس سے کسی کے دامن اخلاق پر دھبہ نہین لگایا جاسکتا، جب تک تحقیقات کے بعد واقعی جرم ثابت نہ ہوجائے، حضرت عمرؓ اپنے والیون اور عاملون کے ساتھ اسی سختی اور تشدد سے پیش آتے تھے، یہ کچھ حضرت ابوہریرہؓ کی خصوصیت نہ تھی، حضرت عمرؓ کو ان کے پاس فاضل رقم دیکھکر پہلے شبہہ ہوا ہوگا، لیکن جب تحقیقات سے غلط ثابت ہوا تو انھون نے نہ صرف انکو بری قرار دیا بلکہ پھر انکے سابقہ عہدہ پر واپس کرنا چاہا، لیکن انھون نے خود قبول نہین کیا، اب شبہہ یہ رہجاتا ہی کہ جب ابوہریرہؓ خیانت کے مجرم نہین تھے، تو حضرت عمرؓ نے انکا روپیہ کیون بیت المال مین داخل کرایا، اس کا جواب بھی حضرت عمرؓ کے آئین جہانبانی سے ملجاتا ہی، انکا یہ اصول تھا، کہ حکومت کا کوئی عہدہ دار جب تک کہ اس سلسلہ مین منسلک ہی واجبی ضروریات سے فاضل مال نہین رکھ سکتا تھا، اور جس کے پاس فاضل مال نکلتا تھا، اسکو وہ ضبط کرکے بیت المال مین داخل کرادیتے تھے، اس کی ایک دو نہین بلکہ بیسیون مثالین ہین، اسی اصول کے ماتحت انھون نے ابوہریرہؓ کا زائد مال بھی بیت المال مین داخل کرادیا، لیکن انکا اصل سرمایہ اور حق الخدمت انکو واپس کردیا،

ابن سعد کی مذکورۂ بالا روایت کے علاوہ یہ روایت طبقات کی بعض اور کتابون مین بھی ہے، اس مین اسکی صورت اور بھی بدلی ہوئی ہے، اور اسمین "خدا اور اس کی کتاب کے دشمن" کے

الفاظ بھی نہیں ہیں، چنانچہ اصابہ میں اس طرح ہے، ابن سیرین راوی ہیں کہ عمرؓ نے ابوہریرہؓ کو بحرین کا عامل بنایا، یہ وہاں سے دس ہزار روپیہ لیکر واپس ہوئے، عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ یہ روپیہ تم نے اپنے لئے کیوں جمع کیا؟ انھوں نے کہا کہ یہ مجھکو میرے گھوڑوں کے بچوں، عطیوں اور غلاموں کے ٹیکسوں کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے، حضرت عمرؓ نے ان کے بیان کی تحقیقات کی تو صحیح نکلا، اسکے بعد انھوں نے پھر انکے سامنے بحرین کی حکومت پیش کی، لیکن ابوہریرہؓ نے انکار کردیا، عمرؓ نے پوچھا تم کو اس سے انکار کیوں ہے؟ اسکی خواہش تو یوسف نبی اللہ اور ابن نبی اللہ نے کی ہے، انھوں نے جواب دیا کہ وہ نبی اور نبی زادہ تھے اور میں بیچارہ امیہ کا بیٹا ہوں (اصابہ ج ۷ ص ۲۰۶)

اس روایت سے تو اس واقعہ کی ظاہری بدنمائی بھی اگر کسی حد تک ہو بھی تو وہ بھی دور ہوجاتی ہے، غالباً اب معترض کے نزدیک بھی حضرت ابوہریرہؓ کی پوزیشن بالکل صاف ہوگئی ہوگی،

اور صاحب استیعاب نے تو سرے سے اس واقعہ کا تذکرہ نہیں کیا، وہ لکھتے ہیں کہ عمرؓ نے ابوہریرہؓ کو بحرین کا عامل بنایا تھا، پھر معزول کردیا، معزول کرنے کے بعد پھر عامل بنانا چاہا، لیکن انھوں نے انکار کردیا، اس کے بعد وہ برابر مدینہ میں مقیم رہے اور یہیں وفات پائی (استیعاب ج ۲ ص ۷۱۹)

حضرت ابوہریرہؓ پر دوسرا اخلاقی الزام یہ ہے کہ "مروان نے انکو اپنی خلافت کے زمانہ ۶۴ھ تا ۶۶ھ مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر کیا، اور مروان وہی شخص ہے جو فتنۂ عثمانؓ (یہ اضافت کس قدر برمحل ہے) کا اصلی بانی مبانی تھا، اور بنی امیہ میں سب سے زیادہ مکار اور خودغرض وہی شخص تھا، اسی کے زمانہ میں عبداللہ بن زبیر نے خروج کیا، اور مسلمانوں کی کثیر جماعت نے عبداللہ بن زبیر کو صحیح خلیفہ اور مروان کو غاصب قرار دیا"

مذکورۂ بالا تحریر میں جس تاریخ دانی کا ثبوت دیا گیا ہے، ان میں سے مروان کے سنین خلافت کی تحقیق پر کافی داد دیجا چکی ہے، نیز ابوہریرہؓ کے "زمانۂ خلافت" پر بھی روشنی ڈالی جاچکی ہے، بقیہ

حقایق پر یہاں تبصرہ کیا جاتا ہے،

مروان کے معائب اور ابوہریرہؓ کی نیابت

معلوم نہیں مروان کے فتنۂ عثمانؓ کے بانی مبانی ہونے کا ناقد علام کے نزدیک کیا مقصد ہے، غالباً اس سے مہر کردینے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں یہی ایک واقعہ اس قسم کا ہے، لیکن جناب ناقد کو معلوم ہونا چاہئے کہ مروان کے مہر کرنے کا واقعہ حضرت عثمانؓ کے سال شہادت یعنی ۳۵ھ کا ہے (ملاحظہ ہو طبری و ابن اثیر حوادث ۳۵ھ) اور حضرت عثمانؓ کے خلاف اس کئی سال پہلے شورش بپا ہوچکی تھی، حضرت عثمانؓ ۲۴ھ میں مسند نشین ہوئے اور ۱۲ سال تک خلافت کی، مدت میں کل چھ سال ابتدائی پر امن گذرے (تاریخ الخلفا سیوطی ص ۱۵۵) اسکے بعد ہی شورش کا آغاز ہوگیا اور پھر اسمیں برابر اضافہ ہوتا رہا (ملاحظہ ہو طبری و ابن اثیر حوادث سنین مذکور) ایسی صورت میں مروان کو جس سے ۳۵ھ میں ایک غلطی ہوئی فتنہ کا اصل بانی مبانی قرار دینا کہاں تک صحیح ہے، یہ البتہ کہا جاسکتا ہے کہ آخر میں اس کی وجہ سے واقعات نے زیادہ بدنما شکل اختیار کرلی،

مروان کو مکار اور خودغرض کہنا غالباً اس بنا پر ہے، کہ اس نے بنوامیہ کی گرتی ہوئی عمارت پھر سنبھال لی، اور یزید کے بعد بنوامیہ کی حکومت ازسرنو قایم کردی، لیکن اگر یہ جرم ہے، تو اس جرم سے کون خالی ہے، یہ بھی عجیب تضاد ہے کہ ایک طرف آپ مروان کو غاصب قرار دیتے ہیں، اور دوسری طرف ابن زبیر کے لئے "خروج" کا لفظ استعمال فرماتے ہیں، یا تو مروان کو غاصب نہ قرار دیجئے، یا ابن زبیر کے دعویٰ خلافت کو خروج کے لفظ سے تعبیر نہ کیجئے، کہ خروج تو صاحب حق کے مقابلہ میں ہوتا ہے،

بہرحال اب حضرت ابوہریرہؓ کی اس "اخلاقی کمزوری" کا کہ وہ ایک غاصب اور مکار کے نائب بنے تھے جواب سنئے، گو انکی اس خلافت کی حقیقت اوپر بیان کیجا چکی ہے، کہ وہ مروان کی حکومت کے زمانہ کا واقعہ نہیں ہے، بلکہ اسکی امارت مدینہ کے زمانہ کا ہے، تاہم میں ناظرین کو غلط فہمیوں سے بچانے کیلئے یہ ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر کسی وقت میں ابوہریرہؓ نے مروان کی حکومت میں اسکا ہاتھ بٹایا

بھی اور انھون نے اسکی نیابت کی بھی تو اسطرح کہ وہ مروان کے ہر حکم کو آمنا وصدقنا کہنے کے بجائے اسکی لغزشون پر ہمیشہ نکتہ چینی کرتے تھے، اور اسے راہِ راست پر لگاتے تھے،

چونکہ مدینہ ہی مین دونون کا قیام تھا اس لئے اکثر سابقہ پڑتا تھا، ایکمرتبہ وہ مروان کے یہان تشریف لے گئے، یہان تصویرین آویزان دیکھین، تو فوراً ٹوکا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہو کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہی جو میری مخلوق کی طرح مخلوق بناتا ہو (اگر دعوائے تخلیق ہی) تو کوئی غلہ یا جو پیدا کرکے دکھائے (مسند احمد بن حنبل مسند ابوہریرہ)

اسی طرح ایکمرتبہ جبکہ اس کے زمانہ مین مدینہ مین ہنڈی یا چک کے ذریعہ تجارت کے ایک خاص طریقہ کا رواج ہونے لگا تھا، حضرت ابوہریرہ رض نے جاکر اس سے بازپرس کی کہ تم نے ربو حلال کر دیا، مروان نے انکار کیا فرمایا، تم نے ہنڈی کا طریقہ جائز کر دیا، اس کے بعد آنحضرت صلعم کا ایک فرمان سنایا، مروان نے یہ فرمان سنکر فوراً یہ طریقہ منسوخ کرا دیا، (مسلم کتاب البیوع باب بطلان بیع المبیع قبل القبض)

بنو امیہ کے عہدِ حکومت مین نوخیز جوان بھی حکومت کے عہدون پر مامور کر دیئے جاتے تھے اور یہ اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے کبھی کبھی غلطی کر بیٹھتے تھے، حضرت ابوہریرہ رض کو یہ طریقہ ناپسند تھا، چنانچہ ایکمرتبہ بھرے مجمع مین جبکہ مروان بھی موجود تھا لوگون سے خطاب کرکے فرمایا، کہ مین نے صادق مصدوق صلعم سے سنا ہو کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈون کے ہاتھون ہوگی (بخاری کتاب الفتن) غرض اس قسم کے بیسیون واقعات ہین جن سے معلوم ہو سکتا ہو کہ حضرت ابوہریرہ رض کس دلیری کے ساتھ مروان کو اس کی لغزشون پر تنبیہ فرماتے تھے، ایسی صورت مین اگر انھون نے ایک "غاصب" کی نیابت کی بھی تو وہ نیابت نہایت مبارک ومسعود تھی کہ اس سے حکومت، اور حکمران کی اصلاح ہوتی تھی اور اس نیابت سے ابوہریرہ رض کا مرتبہ گھٹنے کے بجائے اور بلند ہو جاتا ہی،

ابوہریرہ رض کی مرویات کی تعداد تمام صحابہ رض کی مجموعی تعداد سے زیادہ ہے

ان الزامون کے بعد ناقد علام ایک دوسرا پہلو اختیار کرتے ہین اور حضرت ابوہریرہ رض کو ان کے ہمعصر صحابہ مین ناقابلِ اعتبار ثابت کرنیکی کوشش فرماتے ہین، اس مین انھون نے طرح طرح کی تدلیس سے کام لیا ہو، اور ابوہریرہ رض کی متعدد مرویات نقل کی ہین، لیکن کسی مین صفحات یا ابواب کا حوالہ نہین دیا، اس سعی ناشکور کی تمہید مین ارشاد ہوتا ہی کہ "ابوہریرہ رض کی تعداد حدیث پانچ اور دس ہزار حدیثون کے درمیان ہی گویا ہر تیسری حدیث کے راوی اور ذمہ دار ابوہریرہ رض ہین، یعنی عبداللہ بن عباس رض، عائشہ رض، اور انس رض کی مجموعی تعداد سے کچھ اوپر، حالانکہ ان مین سے ہر ایک صحابی خود تین چار ہزار حدیثون کے ذمہ دار ہین" افسوس ہو کہ ان مین سے ایک بات بھی صحیح نہین ہی، اور محض ابوہریرہ رض کی مرویات کو بڑھا کر دکھانے کی ہوس مین حق گو صاحب نے یہ تمام باتین تصنیف فرمائی ہین، اگر "پانچ ہزار اور دس ہزار کے درمیان" کا مقصد پانچ ہزار سے کچھ اوپر ہے، تو بیشک صحیح ہی لیکن اس مفہوم کو ان الفاظ مین نہین ادا کیا جاتا، اس لئے یہ مقصد نہین ہو سکتا پھر چونکہ ناقد کثرتِ روایت کو ثابت کرنا چاہتے ہین، اس لئے پانچ اور دس سے انکا مقصد یقیناً دس ہزار کے لگ بھگ ہوگا، جو صریحاً غلط ہی، ابوہریرہ رض کی مرویات کے لئے ظن وتخمین کی ضرورت نہین محدثین نے احادیث کے متعلقات مین سے کسی چیز کو تشنہ نہین چھوڑا ہی حتی کہ تمام رواۃ کی مرویات کی صحیح تعداد بھی لکھدی ہی لیکن غالباً ہمارے فاضل محترم کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی، ورنہ وہ ظن وتخمین سے کام لینے کے بجائے حافظ صفی الدین خزرجی کی تہذیب الکمال مین انکی تعداد دیکھ لیتے، اسمین بالتصریح مذکور ہے کہ ابوہریرہ رض کی مرویات کی مجموعی تعداد ۵۳۷۴ ہی جنمین سے ۳۲۵ روایتین متفق علیہ یعنی بخاری اور مسلم دونون مین موجود ہین، ان مشترک روایات کے علاوہ ۹۰ بخاری مین اور ۹۳ مسلم مین ہین، (ملاحظہ ہو تہذیب الکمال ص ۴۶۲) اس موقع پر یہ بھی یاد رہے کہ یہ ۵۳۷۴ کی تعداد ہر قسم کی رطب ویابس صحیح وضعیف ثابت وغیر ثابت تمام روایتون کا مجموعہ ہی، ورنہ صحاح کے اندر تو شاید ایکہزار سے بھی کم ہون،

اسی طرح یہ قیاس بھی صحیح نہین کہ ابوہریرہؓ کی احادیث کی تعداد ابن عباسؓ، عائشہؓ اور انسؓ کی مجموعی روایات سے زیادہ ہے، حضرت ابن عباسؓ کی مرویات کی مجموعی تعداد ۲۶۶۰ ہے، (حوالہ مذکور ص ۴۲) حضرت عائشہؓ کی مرویات کی تعداد ۲۲۱۰ ہے (ایضاً ص ۳۹۴) حضرت انسؓ کی مرویات کی تعداد ۱۲۸۶ ہے (ایضاً ص ۴۰) اور ان سب کی میزان ۶۱۵۶ ہوتی ہے، جو ابوہریرہؓ کی مرویات سے صرف کئی سو زیادہ ہے، اب آپ خود فیصلہ فرمایئے کہ آپکا ارشاد کہان تک صحیح ہے، یہ ارشاد بھی ازین قبیل ہے کہ ہر تیسری حدیث کے ذمہ دار ابوہریرہؓ ہین، کیونکہ ہر قسم کی احادیث کی تعداد پندرہ بیس ہزار نہین بلکہ اس سے کہین زیادہ ہے،

صحابہؓ مین ابوہریرہؓ کی بے اعتباری،

اس صدق مقال کے بعد ابوہریرہؓ کو ان کے ہمعصرون مین ناقابلِ اعتبار ثابت کرنے کی کوشش مین صداقت بیان کے اس سے بھی عجیب ترنمونے پیش فرمائے ہین،

مجھے سخت حیرت ہے کہ ناقد علام کا شروع سے آخر تک ایک اعتراض بھی صحیح نہین ہے، اور جس مقام پر انھون نے کوئی حوالہ پیش کیا ہے، وہین اور بھی انکی قابلیت کا پردہ فاش ہوگیا ہے، ان مواقع پر یا تو وہ عمداً تدلیس سے کام لیتے ہین، اور یا ان کی بغدادی سیاحت کے نتائج ان کا ساتھ چھوڑ دیتے ہین،

ابن عمرؓ کے بیان مین تدلیس

دعویٰ فرماتے ہین کہ "ابوہریرہؓ کی کثرت روایت نہایت شک وشبہہ کی نظر سے دیکھی جاتی تھی" دلیل مین ارشاد ہوتا ہے، "کہ عبداللہ بن عمرؓ سے لوگون نے سوال کیا کہ تم بھی ابوہریرہؓ کی طرح حدیثین کیون نہین بیان کرتے انھون نے کہا، "ابوہریرہؓ مین یہ جسارت ہے اور ہم مین نہین ہے" ناظرین نے دعویٰ بھی سن لیا اور اس کی محرف دلیل بھی اب اس واقعہ کی اصلیت ملاحظہ ہو" ایک مرتبہ ایک شخص نے ابن عمرؓ سے سوال کیا کہ ابوہریرہؓ رسول اللہ صلعم سے بکثرت روایت کرتے ہین انھون نے جواب دیا عیاذاً باللہ ان کی روایات مین کسی قسم کا شک وشبہہ نہ کرنا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلعم سے سوالات کرنے مین بہت جری تھے، اس لئے وہ ایسے سوالات کرتے تھے، جن کے پوچھنے کی ہمت ہم لوگون مین نہ تھی" (مستدرک ج ۳ ص ۵۱۳) یہ ہے اس واقعہ کی اصل حقیقت جس کو ہمارے حق گو

ناقد نے ردوبدل کرکے کہان سے کہان پہنچا دیا، اب ناظرین خود فیصلہ کرلین کہ اس واقعہ سے ابوہریرہؓ کی مرویات کی توثیق ہوتی ہے یا تضعیف ناقد علام کی دیانت داری کی یہ کیسی اچھی مثال ہے؟

عمرؓ نے ابوہریرہؓ کو زدوکوب کیا تھا،

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زمانِ مبارک مین بھی ان کے قول پر اعتبار نہ کیا جاتا تھا، اور حضرت عمرؓ نے ان کے روایت کرنے پر زدوکوب بھی کیا تھا، جیسا کہ خود انھون نے اس حدیث مین بیان کیا ہے" اس کے بعد ایک طول طویل حدیث نقل کی ہے، اس کا غیر ضروری اور غیر متعلق حصہ حذف کرکے مین صرف متعلقہ واقعہ کا ٹکڑا نقل کرتا ہون،

"ابوہریرہؓ راوی ہین کہ ایکمرتبہ مین رسول اللہ صلعم کو تلاش کرتے ہوئے ایک باغ مین پہنچا، آپ نے اپنی دونون نعلین مبارک دیکر مجھکو حکم دیا کہ ان کو لیجاؤ اور باغ کے باہر جو شخص تم کو ایسا ملے کہ خدا کی توحید کی شہادت دیتا ہو، اور دل سے اس پر یقین رکھتا ہو، اسکو جنت کی بشارت دو، مجھکو بیرون باغ سب سے پہلے عمرؓ ملے، انھون نے پوچھا کہ ابوہریرہؓ یہ دونون جوتیان کیسی ہین؟ مین نے کہا یہ دونون جوتیان رسول اللہ صلعم کی ہین، آپ نے انھین دیکر مجھکو بھیجا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص تم کو لاالہ الا اللہ کہتا ہوا اور اس پر دل سے یقین رکھتا ہوا ملے اسکو جنت کی بشارت دو" یہ سنکر عمرؓ نے اپنے دونون ہاتھون سے میرے سینہ پر مارا، (اسی کا مطلب ناقد نے زدوکوب لیا ہے) اور مین پشت کے بل گر پڑا، پھر مجھ سے کہا کہ ابوہریرہؓ لوٹ جاؤ، مین رسول اللہ صلعم کے پاس لوٹ آیا، اور رونے کیلئے آمادہ تھا میرے پیچھے پیچھے عمرؓ بھی پہونچے، رسول اللہ صلعم نے مجھ سے پوچھا ابوہریرہؓ کیا ہوا؟ مین نے پورا واقعہ بیان کیا، آپ نے واقعہ سنکر مجھے لوٹا دیا اور عمرؓ سے پوچھا تم نے ایسا کیون کیا، انھون نے جواب دیا بابی انت و امی یارسول اللہ آپ نے ابوہریرہؓ کو اس قسم کا حکم دیکر بھیجا تھا؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہان، عمرؓ نے عرض کیا بابی انت و امی یارسول اللہ ایسا نہ کیجئے مجھے خوف ہے کہ لوگ اس پر اعتماد کرکے بے عمل ہو جائینگے، آپ انھین عمل کرنے دیجئے، حضرت عمرؓ کی اس رائے پر آپنے فرمایا

اچھا عمل کرنے دو (مسلم ج اول ص ۴۴ مطبوعہ مصر)

اس روایت کے الفاظ بالکل صاف اور معنی بالکل واضح ہین کسی تشریح و تاویل کی حاجت نہین، انکو پڑھکر ہر شخص نہایت آسانی کے ساتھ فیصلہ کرسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابوہریرہؓ کو اس لئے دھکا دیکر لوٹا دیا تھا کہ وہ انھین جھوٹا سمجھتے تھے یا اس لئے کہ وہ اس فرمان نبویؐ کی اشاعت کو اس وقت خلاف مصلحت سمجھتے تھے کہ اس سے مسلمانون مین بے عملی پیدا ہونے کا اندیشہ تھا، اس صاف اور واضح مطلب پر کسی مزید شہادت کی ضرورت نہین، تاہم مین مزید تائید کے لئے ائمہ اور ارباب فن کی شہادت بھی پیش کئے دیتا ہون،

امام نووی فرماتے ہین کہ "ابوہریرہؓ کو ہٹانے سے حضرت عمرؓ کا مقصد انکا گرانا اور انکو ایذا دینا نہ تھا، بلکہ اس کام سے روکنا تھا جو ان کے متعلق کیا گیا تھا، پھر لکھتے ہین کہ عمرؓ کا یہ فعل نبی صلعم کے حکم کی تردید یا اسمین مزاحمت کے جذبہ سے نہ تھا، کیونکہ اس حکم کا منشا صرف مسلمانون کے دلون کو خوش کرنا اور انکو بشارت دینا تھا، اور عمرؓ کے نزدیک اس حکم کا عام مسلمانون سے پوشیدہ رکھنا ان کے لئے زیادہ مناسب اور فائدہ بخش تھا، تاکہ وہ محض اسی پر اعتماد نہ کر بیٹھین، اس لئے اس حکم کا اخفا اس معجل بشارت سے ان کے لئے زیادہ سود مند اور بہتر تھا (نووی ج اول ص ۲۲۸ مطبوعہ مصر)

امام ابوعبداللہ محمد بن خلفہ مالکی لکھتے ہین کہ اس ضرب کا مقصد ابوہریرہؓ کو اذیت پہونچانا یا آنحضرت صلعم کے حکم کو رد کرنا نہ تھا، بلکہ عمرؓ مسلمانون کے محض اعتقاد پر اعتماد کرلینے کے لئے خطرہ سے بچنے کے لئے عدم تشہیر مین مصلحت سمجھتے تھے، تاکہ مسلمانون کا اجر زیادہ ہو، یہ بشارت خواص کیلئے تھی، اس لئے عمرؓ کو یہ خوف ہوا کہ کہین عوام اس کو سنکر بے عمل نہ ہو جائین، اسی لئے رسول اللہؐ نے انکی رائے پسند فرمائی، (ملاحظہ ہو اکمال الکمال المعلم ج اول ص ۱۴۱)

ان شہادتون کے بعد غالباً اب اس ضرب کے منشا و مفہوم مین کوئی شک و شبہ باقی نہ رہا ہوگا

(باقی)

ترکی کے چشم دید حالات

از

ڈاکٹر زبید احمد پی ایچ ڈی الہ آباد یونیورسٹی

"ڈاکٹر زبید احمد ان لوگون مین ہین جو نو تعلیمیافتہ ہونے کے باوجود اپنے پرانے مذہب اور پرانے علوم سے پوری دلچسپی رکھتے ہین اور اپنے پہلو مین ایک مسلمان درد مند ذوق آشنا دل رکھتے ہین، ابھی دو سال ہوئے کہ وہ یورپ سے تعلیم پاکر واپس آئے ہین، انکی ڈاکٹری کا مقالہ "عربی لٹریچر کی ترقی مین ہندوستان کا حصہ" تھا، ہمین امید ہے کہ جب ان کی یہ کتاب شایع ہوگی تو ہندوستان کے علمی کارنامون کی ہزار سالہ تاریخ سامنے آجائیگی،

ڈاکٹر صاحب چونکہ خود ایک مذہبی آدمی ہین، اس لئے ترکی کے چشم دید حالات کے متعلق ہمارے نزدیک انکی شہادت پورا وزن رکھتی ہے،

مغربی یورپ، مغربی تہذیب و تمدن کا مرکز ہے، یہان سے جون جون مشرق کی طرف جایئے، اس تہذیب و تمدن مین کمی آتی جائیگی، یہ کمی زیادہ تر اٹلی کے بعد سے محسوس ہوتی ہے، جہان ریل مین ایسے مسافر نظر آنے لگتے ہین، جنکی شکل و صورت، وضع و قطع نشست و برخاست سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ موجودہ تہذیب کی آخری منزل سے ہنوز بہت دور ہین، کھیتون مین جو کسان کام کرتے یا سڑکون پر جو آدمی آتے جاتے دکھائی دیتے ہین، وہ انگلینڈ، جرمنی اور فرانس کے کسانون اور راہرون سے مختلف ہین، قصبات و دیہات، تمدن و تانق کے ابتدائی مراحل طے کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہین، ریاستہائے مقدونیہ کا کم و بیش یہی حال ہے، یورپ کے مشرقی کنارہ پر سلطنت ترکی کا، جو اوائل صدی پانزدہم عیسوی مین سرحد فرانس تک پھیل گئی تھی، اب تھوڑا سا علاقہ بچ بچاکر رہگیا ہے، جسکا رقبہ دوہرا

مربع میل اور آبادی دو لاکھ ہے، اس یورپین ترکی مین مشہور شہر اڈریانوپل ہے، اور تقریبًا یورپین سرحد پر واقع ہے،

ولایت جانے سے پہلے سیرِ انگلستان کا جس قدر شوق تھا، اس سے زیادہ لندن پہونچکر یورپ کی زندگی سے اکتا جانے کے بعد بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت کا شوق ہو گیا تھا، سرویہ و بلغاریہ سے گذرتے وقت دل کی عجب کیفیت تھی، ایک زمانہ تھا کہ یہ سب حصہ سلطنت عثمانیہ مین شامل تھا اور اسلامی جھنڈا یہان لہرایا کرتا تھا، آج یہ ممالک ترکون کے قبضہ سے نکل کر ترکی کے طاقتور حریف بن گئے، جب ٹرین اڈریانوپل مین داخل ہوئی جذبات و تاثرات مین ایک خاص قسم کا ہیجان پایا، بدن مین سنسناہٹ سی محسوس ہوئی، ترکی کی سرزمین مین جس کی سیر و سیاحت کا اس قدر شوق تھا، آخر داخل ہو ہی گیا، مگر آہ! داخل ہوتے ہی جس بات کا سب سے پہلے احساس ہوتا ہے وہ ترکی اور بلغاریہ کے علاقون کی زرخیزی و آبادی کا فرق ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ریاست بہاولپور کی سرحد سے نکلکر بیکانیر کے علاقے یا پنجاب کے زرخیز ملک سے سندھ مین پہونچ گئے، جو سلطنت سالہا سال سے طاقتور حریفون سے مسلسل برسر پیکار رہی ہو، اور جسے آئے دن کسی نہ کسی جنگ مین شامل ہونا پڑا ہو، اس کے علاقہ کا پڑوس کی سلطنت کے علاقہ کے مقابلے مین ویران و غیر آباد ہونا قابلِ توجہ نہین، خصوصًا ایسی صورت مین جبکہ ہر لڑائی کا انجام اول الذکر کے لئے مضر و مہلک اور موخر الذکر کے لئے مفید و حیات بخش ثابت ہوا ہو،

قسطنطنیہ دنیا کے مشہور خوبصورت اور قدیم شہرون مین ہے، سب سے پہلی عام مردم شماری میرے دوران قیام لندن مین ۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۷ء کو ہوئی تھی، جس کی رو سے سلطنت ترکیہ جمہوریہ کی آبادی، ایک کرور چھتیس لاکھ سینتالیس ہزار آٹھ سو دس ہے، اور خاص شہر قسطنطنیہ کی آبادی آٹھ لاکھ پچاس ہزار، یہ شہر آبنائے باسفورس اور شاخ زرین پر اس طرح واقع ہے کہ ایک حصہ

مغربی ساحل پر ہے، جسے استامبول کہتے ہین اور دوسرا حصہ مشرقی کنارہ پر، جو پیرا کے نام سے مشہور ہے، ایک خوشنما آہنی پل دونون حصون کو ملاتا ہے، اول الذکر شہر قدیم کا خاص حصہ اور اسلامی آبادی کا مرکز ہے، یہین محلات شاہی اور وہ سر بفلک خوبصورت مسقف مساجد ہین، جنکی وجہ سے قسطنطنیہ بلاد اسلامیہ ہی مین نہین، ساری دنیا مین مشہور ہے، پیرا مین زیادہ تر غیر قومین رہتی ہین، اس حصے کی رونق پیرس اور برلن کی رونق سے کم نہین، لیکن استامبول کو مغربی تمدن کی ہوا نسبۃً بہت کم لگی ہے، اس حصۂ شہر مین بلند عمارات بے شمار ہین، لیکن ان مین سے اکثر مکین کے فقدان سے غیر آباد ہین، شاہی محلات یا تو حکومتی دفاتر کا کام دیتے ہین یا تعلیم گاہین اور عجائب خانے بنا دیے گئے،

مین نے انگلستان، فرانس، جرمنی، بلجیم، اٹلی وغیرہ سب ممالک اچھی طرح دیکھے لیکن جیسا نظم و نسق انگلستان کا دیکھا، کسی اور ملک کا نہ پایا، لندن کی پولس شہرۂ آفاق ہے، ایسی پولس نہ برلن مین ہے نہ پیرس مین، البتہ قسطنطنیہ کی پولس کو مین نے لندن کی پولس سے دوسرے نمبر پر دیکھا، خوش شکل، قد آور، جوان شاندار وردی پہنے، آن بان کے ساتھ کھڑے، ایسی متانت، تحمل و برداشت اور احساسِ ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض منصبی ادا کرتے رہتے ہین، کہ انگریزی پولس کا دھوکا ہوتا ہے، فوجی نظام بھی مغربی دول عظمیٰ کے نظام فوج کے دوش بدوش ہے، گورنمنٹ کے تمام دفاتر معمولی سے لیکر بڑے تک مین، حتیٰ کہ بنکون مین، صرف ترک ہی ملازم ہین، حکومت کی ملازمت مین غیر ترک صرف خال خال ہین، مختلف کامون مین بہت کچھ بیرونی سرمایہ لگا ہوا ہے، لیکن مزدور و اجیر ترک ہی ہین، استامبول اور پیرے کے درمیان جو آہنی پل ہے، اسے کسی غیر قوم نے ٹھیکے پر بنایا ہے، زرِ تعمیر ہنوز وصول نہین ہوا، اس لئے اس پر سے گذرنے کیلئے خفیف سا محصول مقرر ہے، جو پیادہ اور سوار سب کو دینا پڑتا ہے، پل کے دونون سرون پر داہنے بائین تین تین چار چار آدمی لمبا کرتے پہنے ہوئے، ہاتھ مین صندوقچیان لئے ہوئے کھڑے رہتے ہین جو ہین کوئی شخص پل کی طرف

بڑھتا ہی، وہ صندوقچیان ہلاتے ہوئے اسکی طرف بڑھتے ہین، اور وہ شخص فوراً چلتے چلتے زر محصول جسے وہ پہلے ہی سے ہاتھ مین لئے ہوتا ہی ادا کر دیتا ہی، یہ نظارہ عجیب ہی آمد و شد کی وہ کثرت کہ الحفیظ، الامان، لیکن اس سہولت سے محصول ادا ہوتا ہی کہ مطلقاً کسی قسم کی زحمت و دقت معلوم نہین ہوتی، جو ہین راہرو پل کے قریب ہوتا ہی وہ مشین کی طرح جیب مین سے سکہ نکال کر ہاتھ مین لے لیتا ہی، اور صندوقچی مین ڈال کر بلا ایک سکنڈ ٹھہرے ہوئے چلتا بنتا ہی، آپ گھنٹون کھڑے یہ تماشا دیکھا کرین، مگر ایک مثال بھی ایسی نظر نہ آئیگی، کہ کسی شخص نے نگاہ بچا کر جانے کی کوشش کی ہو، یا وصول کرنے والون نے تقاضا کیا ہو، اس واقعہ سے ترکی رعایا کی نظام پسندی کا اندازہ کیا جا سکتا ہی، یورپ اور خصوصاً انگلستان کی ترقی کا راز قاعدہ کی پابندی اور ضبطِ نفس مین ہی، انگلستان مین ہر شخص قاعدہ کی پابندی کرنے کی کوشش کرتا ہی، کوشش کرنا کیا معنی، قاعدہ کی پابندی اور ضبطِ نفس انکی طبیعت ثانیہ بن گئی ہی، اس کے مقابلہ مین ہندوستان کی حالت کو دیکھئے جہان یہ مثل لفظ بلفظ صادق آتی ہی کہ "قواعد محض خلاف ورزی کے لئے بنائے جاتے ہین" یہان اگر کسی قاعدے کی پابندی ہی تو محض حکومت کے خوف سے، اگر پولس کا سپاہی چوراہے پر نہین کھڑا ہی، تو ہر راکب و راجل اپنی سہولت کا خیال کرکے دائین بائین کا سوال آسانی سے نظر انداز کر دیتا ہی،

قسطنطنیہ مین بھیک مانگنے کی حکومت کی طرف سے ممانعت ہی، مگر ہنوز اس پر سختی سے عمل نہین ہوتا، لندن مین بھی اس قسم کی ممانعت ہی، مگر مانگنے والے بھیک مانگنے کے سو طریقے نکال لیتے ہین، ابتدائی تعلیم جبریہ ہی، مگر کہا جاتا ہی کہ ہنوز پوری طور سے تعلیم جبریہ کا قانون نفاذ پذیر نہین ہوا، قسطنطنیہ مین ایک بڑی زبردست یونیورسٹی قائم ہی جسکا نظام و معیار، مغربی یورپ کی یونیورسٹیون کے نظام و معیار سے فروتر نہین ہی، مضامین جدیدہ کے علاوہ، علوم دینیہ کی تعلیم بھی داخل نصاب ہے، مگر ایسی تعلیم نہین جیسی مدارس قدیمہ مین مروج تھی، کہ معلم و متعلم کی ساری ذہنی قوت فقہ کے

قیاسی و خیالی مسائل کی موشگافی مین صرف ہو جاتی تھی اور عملی ضروریات کا کچھ خیال نہین ہوتا تھا، اس زمانہ مین پرانے طریقے کی تعلیم ایسی ہی خارج از آہنگ اور بے عمل ہے جسطرح زمانہ قدیم کے ذرائع طے مسافت، آج کل کے موٹر ریل اور ہوائی جہاز کے مقابلہ مین، یا گذشتہ زمانہ کے گرز و تبر اس زمانہ کے حیرت انگیز آلات حرب کے سامنے، جو قوم اس کلیہ کو پیش نظر رکھکر اپنی ذہنیت اور اپنا طرز عمل نہین بدلتی وہ اگر فنا نہ ہوگی تو ذلیل و خوار زندگی ضرور بسر کریگی، آپ اپنے مذہبی خیالات اور روایتی تاثرات کی بنا پر قانون قدرت کو نہین بدل سکتے، یہ قانون قدرت ہی کہ جو قوم رفتار زمانہ کا ساتھ نہ دیگی وہ حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹکر رہیگی، خدا کا شکر ہی کہ ترکون نے اس کا احساس کیا، گو دیر سے کیا، لیکن اگر صبح کا بھولا ہوا شام کو آجائے تو اسے بھولا ہوا نہ سمجھئے، علامہ شبلی مرحوم نے اسی اصول کے مطابق قدیم طریقہ تعلیم و تعلم کی خرابیون کا احساس کرکے ندوہ کی بنیاد ڈالی تھی، دیکھ لیجئے، مدارس قدیمہ کے مقابلے مین اس درسگاہ جدید کی تعلیم و تدریس کس قدر کامیاب ثابت ہو رہی ہی؛

برلن مین جو خاص بات لندن اور پیرس کے مقابلہ مین نمایان طور پر معلوم ہوتی ہی، وہ اہل برلن کا جوش عمل ہی، ہر طرف یہ معلوم ہوتا ہی کہ قومی و انفرادی جد و جہد کا سمندر جوش مار رہا ہی، سڑکین وسیع ہو رہی ہین، نئی عمارات بنائی جا رہی ہین، پرانے شاہی محلات، عجائب خانون اور رفاہ عام کے دفتر گاہون مین تبدیل ہو چکے ہین، بود و ماند، آمد و شد اور کاروبار کی سہولتون کے لئے نئے نئے سائنٹفک اختراعات کام مین لائے جا رہے ہین، عمومی باغون اور تفریح گاہون کو پر رونق کیا جا رہا ہی، غرض تنازع للبقا کے ایسے حیرت انگیز آثار آپ برلن مین پائین گے، جو پیرس اور لندن مین مشکل ہی سے نظر آئین گے، لیکن یہی حالت بالکل قسطنطنیہ کی ہی، فرق ہی تو اتنا کہ اہل برلن کی جد و جہد انکے شایان شان ہی، اور قسطنطنیہ کی ترقی اس کے بوتے کے مطابق، سب سے زیادہ امید افزا بات یہ ہی کہ اس وقت حکومت اور رعایا کے درمیان کچھ اختلاف نہین، دونون مین وہ تعامل ہے، جو ایک آزاد قوم کے شایان شان ہی، مرد اور عورت،

چھوٹے بڑے سب کے سرون مین ترقی کرنے کی امنگین ہین، اور ہر فرد اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ آگے بڑھنے کے لئے بیتاب ہو،

مین لندن مین احباب سے سنا اور اخبارون مین پڑھا کرتا تھا کہ ترک اسلام سے بیزار اور عیسائیت کیطرف مائل ہین، اس دعوی کو ثابت کرنے کے لئے عجیب عجیب تبدیلیان انکی طرف منسوب کیجاتی ہین، ایکدفعہ لندن مین ترکی کے متعلق ایک بڑا جلسہ ہوا، جسمین انگریز مقررون نے نہایت شد و مد کے ساتھ بیان کیا کہ ترک روز بروز اسلام سے دور ہوتے جاتے ہین، اس جلسہ مین سب تقریرین ترکون کے خلاف ہوئین، صرف جناب عبد اللہ یوسف علی کی ایک تنہا آواز بھی جوان آوازون کی تردید مین کسی قدر بلند ہوئی لیکن نقار خانے مین طوطی کی آواز کون سنتا ہو، جہان مغربی محققین کی علم دوستی، تحقیقات علمیہ، وسعت نظر، قوت مشاہدہ، نتائج نکالنے کی صلاحیت اور تدرس ذہنی قابل تحسین و آفرین ہو، وہان انکی یہ خود پسندی اور تعصب بھی قابل افسوس اور انکی شان تحقیقت پر ایک بدنما دھبہ ہی، کہ وہ صرف اپنی ہی تحقیقات کو تحقیقات سمجھتے ہین، اور دوسرون کی محققانہ جستجو کو کچھ وقعت نہین دیتے، انکی قوم کا کوئی فرد مشرق کی بابت جو کچھ چاہے کہدے، وہ ان کے نزدیک زیادہ معتبر ہو، بہ نسبت ایک مشرقی شخص کی رائے کے، گو وہ کتنا ہی قابل اور بحث متعلقہ پر سند کیون نہ ہو، مس میو قلیل مدت کے لئے ہندوستان مین آکر ایک کتاب لکھتی ہین اور اسمین چند غیر معمولی واقعات کی بنا پر عام رائین قائم کرتی ہین، یورپ ان رایون کو زیادہ وقعت سے دیکھتا ہو بمقابلہ مسٹر گاندھی، مسٹر گوکھلے، لالہ لاجپت رائے وغیرہ ایسے ہندوستانی لیڈرون کی تحریرات و تقریرات کے،

مین خیال کرتا تھا کہ یہ سب سیاسی و مذہبی پروپگنڈا ہو جو نہایت شد و مد کے ساتھ ترکون کے خلاف جاری ہو، اسکی حقیقت اگر معلوم ہو سکتی ہو تو وہین جاکر، خدا کا شکر ہو کہ وہ وقت آگیا کہ میری یہ دیرینہ خواہش پوری ہوئی، اور مجھے ترکی ہو کر وہان کے حالات مطالعہ کرنے کا موقع ملا،

ترکی زبان سے نابلد ہونے نے مجھے بہت زیادہ متمتع ہونے نہ دیا تاہم دیگر السنہ کی وساطت نیز مترجم کی مدد سے جس قدر فائدہ اٹھا سکتا تھا، مین نے اٹھایا، تمام بڑی بڑی مسجدون مین گیا، مختلف اوقات کی نماز جماعت مین شریک ہوا، پرانی ترکیب کے علمار کی صحبت مین حاضری دی، نئی روشنی والے نوجوانون سے ملا، غرض جہان تک میرے محدود امکان مین تھا، تحقیق کا کوئی دروازہ کھٹکھٹائے بغیر نہ چھوڑا

بے شک حکومت ترکیہ نے ترکی ٹوپی کی جگہ ہیٹ کا استعمال لازمی کر دیا ہو، ترک عرصۂ دراز سے سوٹ بوٹ پہنتے تھے صرف یہ ترکی ٹوپی عیسائیون اور مسلمانون مین مابہ الامتیاز تھی، اب وہ بھی نہ رہی، اس کے متعلق گفتگو ہوئی تو معلوم ہوا کہ ترکی ٹوپی کا سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ ایسے حصۂ ملک مین جہان ترک غیر قومون سے بری طرح گھرے رہتے ہین، دیکھنے والے کو محض پہلی نظر مین ترک و غیر ترک کا پتہ چل جاتا تھا، اور اس طرح غریب ترک بر بنائے تعصب کسی بدگمانی یا بد معاملگی کا شکار بنجاتا تھا، مثلاً ایک نووارد سیاح کسی بڑے شہر مین جہان مختلف قومون کے افراد رہتے ہین پہونچتا تو اسے سرخ ٹوپی کے استعمال سے فوراً معلوم ہو جاتا کہ یہ ترک ہو اور وہ غیر ترک، ایشیائے کوچک کی ریلون کا تو چندان مضائقہ نہین، لیکن یورپی ترکی، نیز بلقان کی ریلون مین، ترک اپنی ٹوپی سے خود بخود ممیز ہو جاتا، اور اس لئے غیر قومون کو، قومیت دریافت کئے بغیر محض ظاہری لباس کے ایک حصے کے بدولت ترکون کے ساتھ ذہناً، نیز عملاً تعصب کرنے کا موقع مل جاتا، یورپین اقوام کو لباس کی یکسانی کی وجہ سے یہ بڑا فائدہ ہو کہ دریافت کئے بغیر کسی کی قومیت کسی طرح معلوم نہین ہو سکتی، علاوہ برین ترکی ٹوپیان زیادہ تر اٹلی کی بنی ہوئی استعمال ہوتی تھین، خاص ترکی کی بنی ہوئی گران ہوتی تھین جنکو صرف اونچے طبقے کے لوگ استعمال کرتے تھے، اب ہیٹ کے رواج سے یہ خرابی نہ رہی، ترکی ہیٹ کی بابت پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ عام طبقہ یعنی مزدور اور کسان لوگ وہ ٹوپی استعمال کرتے ہین جسے ہم نائٹ کیپ کہتے ہین، جو معمولی کپڑے کی خانہ ساز یا زیادہ سے زیادہ کسی درزی کی بنائی ہوئی

ہوتی ہی غرض اس تبدیلی سے یہ اور فائدہ ہوا کہ بجائے اٹلی کی بنی ہوئی ٹوپیون کے سودیشی خانہ ساز ٹوپیونکا استعمال ہوگیا، نماز پڑھنے مین اس نائٹ کیپ سے کچھ دشواری نہین ہوتی، کیونکہ نماز پڑھنے کے وقت ٹوپی کو پھیر کر پہن لیتے ہین، یعنی چھجادار حصہ پیچھے چلا جاتا ہی، جو لوگ فیلٹ ہیٹ پہنتے ہین ان مین سے بعض لوگ ہیٹ کے نیچے معمولی ٹوپی بھی رکھتے ہین،

نماز کی بابت تین باتین ترکون کے خلاف کہی جاتی ہین، ایک یہ کہ مساجد مین بینڈ باجے کا رواج دیا جارہا ہی، دوسرے یہ کہ مسجدون مین سجدہ کے لئے خاص طور پر بنچین بچھادی گئین، تیسرے یہ کہ روز بروز نمازیون کی تعداد کم ہوتی جارہی ہی،

پہلی بات جہان تک مجھے معلوم ہی محض لغو اور بے اصل ہے، دوسری کی اصلیت صرف اسقدر ہے کہ مساجد مین ہر صف کے سامنے لکڑی کی دو کھنڈ والی چھوٹی چھوٹی الماریان سی رکھی ہین، نیچے کے حصے مین جوتے رکھے جاتے ہین، اوپر کے حصے مین فیلٹ ہیٹ اور جب تک فیلٹ ہیٹ کا استعمال عام نہین ہوا تھا، اوپر کے حصے کی ضرورت نہ تھی اور صرف جوتے رکھنے کا انتظام تھا، لیکن جب سے ہیٹ کا استعمال عام ہوگیا تو موجودہ الماری کی ضرورت پیش آئی، یہ الماریان (جنمین آگے کے کیواڑ اور پیچھے کے تختے نہین ہوتے) دو فٹ اونچی ہر صف کے سامنے اس طرح رکھی ہوئی ہین کہ بہت ممکن ہی کہ جب کسی عیسائی سیاح نے اس نئے انتظام کو دیکھا ہوگا، تو اس کی علت غائی نہ سمجھکر یہ خیال کرلیا ہوگا کہ یہ سجدہ کرنے کے لئے ہین،

رہی تیسری بات اس کی بابت ایک مقدمہ سمجھ لینے کی ضرورت ہی، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کم و بیش ہر مذہب کا اثر اس کے غریب معتقدون پر زیادہ ہوتا ہی، اسلام کے بارہ مین تو خاص طور پر بانی اسلام کا ارشاد موجود ہی کہ اسلام غریبون مین آیا اور غریبون مین رہیگا، تاریخ اسلام کے مطالعہ سے اس ارشاد نبوی کی حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہی، اسلام کی اشاعت سلاطین

وزرا، وامرا کی دولت و قوت سے اس قدر نہین ہوئی جسقدر بے نفسانہ و خاکسارانہ زندگی بسر کرنے والے اولیائے کرام و علمائے عظام کے ذریعہ سے، اور پھر ہم دیکھتے ہین کہ ہر دور مین غریبون کا طبقہ نسبتہً زیادہ تر پابند شریعت رہا ہی، سلاطین و امرا ہمیشہ مذہب کے قیود سے آزاد رہے، بنی امیہ اور بنی عباس کے خاندانون کو دیکھئے کہ باستثنا چند نفوس قدسیہ کے، عام خلفا مذہب سے بے نیاز تھے، ان کے علاوہ ہر ملک کے سلاطین کا کم و بیش یہی حال رہا ہی، دور نہ جایئے، ہندوستان ہی کی تاریخ کو لیجئے، یہان فیروز شاہ ناصر الدین، شاہجہان اور اورنگزیب وغیرہ جیسے سلاطین کتنے پیدا ہوئے، غرض ہر عہد مین اور ہر ملک مین شریعت کی پابندی کا خیال اور اسلام کا چرچا زیادہ تر غریبون مین رہا ہی، چنانچہ یہی حال اس زمانہ مین ہندوستان کا ہی، نماز پڑھنے والے روزہ رکھنے والے اور حج کو جانے والے زیادہ تر غریب لوگ ہی ہین، اقبال نے کیا خوب کہا ہی ؎

جا کے ہوتے ہین مساجد مین صف آرا تو غریب   زحمت روزہ جو کرتے ہین گوارا تو غریب

نام لیتا ہی اگر کوئی ہمارا تو غریب   پردہ رکھتا ہی اگر کوئی تمہارا تو غریب

امرا نشۂ دولت مین ہین غافل ہم سے،

زندہ ہی ملت بیضا غربا کے دم سے،

یہی حالت باقی دیگر بلاد اسلامیہ کی ہی، ترکی کی حالت اس عام کلیہ سے مستثنی نہین، جسطرح ہمارے یہان کے غربا نماز پڑھتے اور روزے رکھتے ہین اسی طرح وہان کے غربا بھی پابند صوم و صلوۃ ہین اور ہندوستان مین حکومت کے اعلی حکام، مجالس قوانین کے ارکان، قومی زعما، سیاسی قواد اور دیگر اصحاب ثروت و دولت کی پابندی احکام شریعت کا عموماً جو حال ہی، وہی حال ترکی مین اس قسم کے لوگون کا ہی، مگر جس طرح ان نماز نہ پڑھنے والے ممبرون اور لیڈرون کی خدمات اسلام پر پوری سے انکار نہین کیا جاسکتا، اسی طرح ترکی ارباب حل و عقد کی اسلامی حمیت پر شک و شبہہ نہین کرسکتے.

قسطنطنیہ مین تمام مساجد آباد ہین، وقت پر باقاعدہ جماعت ہوتی ہے، چونکہ کئی عالی شان مسجدین پاس پاس بنی ہوئی ہین، اس لئے ہر مسجد مین ہر نماز کے وقت زیادہ اجتماع ناممکن ہے، دہلی کی جامع مسجد مین کیا پانچون وقت جماعت یکسان ہوتی ہے، حالانکہ جامع مسجد سے لیکر فتحپوری مسجد تک بیچ مین کوئی بڑی مسجد نہین، مگر قسطنطنیہ مین اس قدر فاصلہ مین کم از کم دو تین بڑی مسجدین ہونگی، مین نے قسطنطنیہ کی مساجد مین دیکھا ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے آدمیون کا تانتا برابر لگا رہتا ہے، اسلامی لباس مین وضو کرکے نماز پڑھنا کچھ مشکل نہین، مگر ترکون کو دیکھو سوٹ بوٹ پہنے ہوتے ہین، وضو خانے مین پہونچے، فوراً جوتا اتارے موزے نکالے، وضو کیا اور پھر موزے پہنکر مسجد مین پہونچے مجھے سب سے زیادہ دلچسپ سمان وضو خانہ کا معلوم ہوا، جہان سوٹ بوٹ پہنے ہوئے لوگ بڑی پھرتی اور چستی کے ساتھ وضو کرتے تھے، یہان ہندوستان مین ایسے پابند نماز بہت سے ہین کہ جب وہ انگریزی لباس پہن لیتے ہین تو پھر وضو کرکے نماز پڑھنا ان کے لئے مشکل ہو جاتا ہے، اگر وضو ہے تب تو خیر نماز پڑھ لیتے ہین لیکن وہ بھی کارہانہ بادل ناخواستہ کہ کہین تپلون کی شکن خراب نہ ہو جائے، ترکون کو دیکھئے کہ جوان مین نماز پڑھنے والے ہین، انکو انگریزی لباس پہنے ہونے کی حالت مین نماز پڑھنے سے کچھ آلکس نہین آتا آپ دفترون مین پبلک پارکون مین، اسٹیشنون پر غرض ہر جگہ دیکھین گے کہ نماز کا وقت آجانے پر کچھ نہ کچھ ترک ضرور نماز پڑھتے ہونگے،

نماز جمعہ مین نے جامع ایوبیہ مین ادا کی وہ باوجود اپنی وسعت وکشائش کے اس قدر بھر گئی تھی کہ تل رکھنے کی بھی جگہ نہ تھی، ایک حصہ عورتون کے لئے محفوظ تھا، جو ان سے پر ہو گیا تھا، نماز باقاعدہ عربی مین اور حنفی طریقے سے ہوتی ہے، مساجد کے خطیب وامام ہیٹ کے استعمال سے مستثنیٰ ہین، وہ بدستور جبہ ودستار پہنتے ہین، خطبے مین مسنون حصہ باقاعدہ عربی مین ہوتا ہے، البتہ وعظ ونصیحت والا ترکی زبان مین ہوتا ہے اور اس لئے وہان کا خطبہ ہمارے یہان کے خطبہ

کی طرح خشک نہین ہوتا، لوگ حج کو جاتے ہین، مگر ہان اس کثرت سے نہین جس قدر پہلے جاتے تھے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے حکومت لوگون کے ارادۂ حج مین دخل نہین دیتی تھی، اب حکومت کو یہ اطمینان دلانا پڑتا ہے کہ حج کو جانے والے کی مالی حالت اچھی ہے اور اس کے سفر کے مصارف کا اس کے خاندان کی مالی حالت پر برا اثر نہین پڑ سکتا، حکومت کی اس مداخلت سے جو درحقیقت قوم ہی کے مفاد کے لئے ہے، عازمین حج کی تعداد کا کم ہو جانا لازمی تھا، ہندوستان سے بہت سے غریب مسلمان محض معمولی سے زاد راہ کا انتظام ہو جانے پر حج کو روانہ ہو جاتے ہین، جس سے ایک طرف خود انکو سخت تکالیف اٹھانی پڑتی ہین اور دوسری طرف ان کے اہل وعیال ان کے روانہ ہو جانے کے بعد ہندوستان مین پریشان رہتے ہین

ترکی مین تعدد ازدواج کو قانوناً روک دیا گیا ہے، اس کی بابت میری ناچیز رائے یہ ہے کہ انھون نے بہت اچھا کیا، بڑی دانشمندی سے کام لیا، سب ملکون مین ایسا ہی ہونا چاہئے، اسلام مین ایک سے زیادہ بیوی رکھنا جائز ہے، مگر فرض واجب یا سنت نہین، (سنت شرعی اصطلاح مین محض فعل رسول ہی کو نہین کہتے، بلکہ اس کام کو کہتے ہین، جس کے کرنے کے لئے آنحضرت صلعم نے تاکید فرمائی ہو) اور جائز اس فعل کو کہتے ہین جسکا نہ کرنا بہتر ہے، پس جس چیز کا نہ کرنا درحقیقت بہتر ہے، لیکن شارع نے کچھ قیود کے ساتھ اسکے کرنے کی اجازت دیدی تو اگر کوئی قانون حکومت اسلامی مسلمانون کے اس اجازت سے ناجائز طور پر فائدہ اٹھانیکا احساس کرکے اسے ممنوع قرار دیدے تو اسمین شریعت کی خلاف ورزی کیا ہوئی، یہ تو درحقیقت شریعت کے اصلی منشاء کی تکمیل ہے، میرا اعتقاد ہے کہ جہان ایک طرف تعدد ازدواج کی مع الشرط اجازت ہوئے بغیر اسلام ناقص رہتا وہان دوسری طرف یہ بھی ہے کہ مسلمانون نے اسے اپنی بہیمانہ خواہشات کے پورا کرنے کا حیلہ بنا کر قوم وملت کو سخت نقصان پہونچایا،

ایک جرمن پروفیسر مقیم قسطنطنیہ کی وساطت سے ایک سیاست دان ترک سے ملاقات ہوئی، اور اس سے کئی مباحث پر گفتگو کرنے کا موقع ملا، سب سے پہلے مین نے الغائے خلافت کا

مسئلہ لیا، اسکا اس نے نہایت معقول جواب دیا، وہ بولا کہ اس خلافت کی وجہ سے ترکون کی حکومت تمام عیسائی طاقتون کی آنکھون مین خار تھی، وہ خلافت کو پین اسلامزم کا کارگر حربہ سمجھتے تھے اور اس لئے ہر طرح ہمارے درپے تخریب تھے، ہمکو اس خلافت پر بڑا ناز تھا اور سمجھتے تھے کہ جب دنیا کے مسلمانون کی ہمدردی ہمارے ساتھ ہی، تو عیسائی سلطنتین ہمارا کیا بگاڑ سکتی ہین، مسلمان اپنے خلیفہ کو کبھی نہین چھوڑ سکتے، لیکن گذشتہ جنگ عظیم مین یہ خیال سراسر نقش بر آب ثابت ہوا، اعلان جہاد پر بھی مسلمانون نے ہمارا ساتھ نہ دیا، اور آخر ہمین شکست ہوئی تو کس لئے؟ اسی لئے تو کہ ایک طرف ہمارے مسلمان بھائی ہم سے لڑنے آئے، اور دوسری طرف عربون نے ہم سے قطع تعلق کرکے ہمارے دشمنون کیساتھ ساز باز کی، ہم تو انھین کے بوتے پر خلافت کی حمایت کے لئے اس قدر نقصان پر نقصان اور زک پر زک اٹھا رہے تھے، جب انھون نے غداری کی تو اس خلافت کا عقدہ کھلا، کہ یہ تو تار عنکبوت سے بھی کمزور ہے، ہم نے یہ خلافت ان کے منہ پر الٹی دے ماری کہ عطائے تو بہ لقائے تو، اب جب سے ہم نے خلافت کا قصہ طے کر دیا تو ہماری حیثیت محض ایک معمولی حکومت کی سی رہ گئی، ہم سے پین اسلامزم کا کچھ تعلق نہ رہا، اور اب ہم ہر طرح پر محفوظ اور خوش و خرم ہین،

مین نے دریافت کیا کہ "ترکیہ جمہوریہ" کے نام سے لفظ اسلام کیون اڑا دیا گیا، کہنے لگا کہ یہ لفظ زائد تھا، کیا کسی عیسائی سلطنت کے نام کے ساتھ لفظ عیسائی لگا ہوا ہی، علاوہ برین سب ترک مسلمان ہی ہین، اسی سلسلہ مین اس نے بتایا کہ آج تک مشکل سے ایک آدھ ترک نے دین عیسائی قبول کیا ہو تو کیا ہو، ورنہ سب ترک مسلمان ہین، اور اس لئے لفظ ترک مسلمان کا مترادف ہے، آج تک صرف چند لڑکیون نے غیر مذہب والون سے شادی کی ہی، حکومت اس کا سد باب کرنے کی فکر مین ہے،

حروف لاطینی اختیار کر لینے کا ترکون پر بڑا اعتراض ہی، مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ

وہ حق بجانب ہین، عربی خط کے خوبصورت ترین خطوط ہونے مین شک نہین مگر اسی کے ساتھ سب سے بڑا عیب یہ ہی کہ تلفظ الفاظ، طریقہ املاء سے جہان تک حرکات بلکہ نقطہ کا تعلق ہی، بالکل مستغنی ہے، اگر کسی لفظ پر نقطے اور حرکتین نہ دیجائین تو وہ کئی صورتون سے پڑھا جا سکتا ہی، خط لاطینی مین یہ عیب نہین، جب آپ نے خاص آوازون کے لئے خاص واول (اعرابی حروف) مقرر کر دیئے تو پھر ایک لفظ صرف ایک ہی تلفظ کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہی، علاوہ برین خط لاطینی خط عربی کے مقابلے مین اس قدر سہل ہی کہ بہت ہی کم مدت مین ایک جاہل عمر رسیدہ شخص لکھنا پڑھنا سیکھ سکتا ہی، پھر اس کے ساتھ یہ بھی خیال کیجئے کہ ترکون کو زیادہ تر ان اقوام سے سابقہ پڑتا ہی جنکا رسم الحروف لاطینی تو ایسی صورت مین اس خط کا اختیار کر لینا نہایت عقلمندانہ اصلاح ہی، اب قسطنطنیہ مین نوے فیصدی مرد لاطینی خط لکھنا پڑھنا جانتے ہین، عربی رسم الخط کے جاننے والے ہمیشہ بہت ہی کم ہوتے تھے، عمر رسیدہ لوگ لاطینی خط سے واقف ہونے کے بعد نوشت و خواند کی لذت سے آگاہ ہو کر عربی رسم الخط سے بھی رفتہ رفتہ واقفیت حاصل کر لیتے ہین، مجھے اطلاع دینے والے ترک نے مجھ سے بیان کیا کہ لاطینی خط تو صرف ترکی زبان کے لئے اختیار کیا گیا ہی، فارسی عربی کی کتابین بدستور عربی خط مین شایع ہوتی ہین، جب مذہب اسلام کسی قوم یا ملک کے ساتھ مخصوص نہین، تو تمام دنیا کے مسلمانون کے لئے یہ ناممکن ہی کہ انکی زبان اور خط عربی ہو، چینی مسلمانون کی زبان اور خط چینی ہی یہی حال برھما، بنگال اور مالابار کے مسلمانون کا ہی، مین نے برٹش میوزیم مین اسلام کی ایسی کتابین دیکھین جو تاملی رسم الحروف مین لکھی ہوئی ہین، اس مین کوئی شک نہین کہ پرانے طریقے کے علما سخت ناراض ہین اور موجودہ عہد کو بے دینی کا عہد سمجھتے ہین، لیکن فی الاصل بات یہ ہے کہ اس وقت ترکی ارتقائی تحویل کی حالت مین ہی، سر سید مرحوم نے جب ہندوستان کے علماء کو دیکھا کہ ان پر جمود و خمود طاری ہی، نہ ان مین جوش عمل ہی، نہ کام کرنے کی صلاحیت، ان کی معلومات

محدود و فرسودہ ہین، اور انکا درس تدریس دقیانوسی و ناکارہ، مسلمانون کو اگر زندہ رہنا ہی تو وہ انگریزی تعلیم کی طرف توجہ کرین اور علوم جدیدہ سے فائدہ اٹھائین، علمانے اس تحریک کو کفر و الحاد سے تعبیر کیا، سرسید انکا مقابلہ کرنے کے لئے خم ٹھوک کر سامنے آیا، چنانچہ بہت جلد صورت حال یہ ہوئی کہ تمام ہندوستان کے علما ایک طرف اور بیچارہ سرسید دوسری طرف، لیکن وہ اپنے ارادہ پر مستقل رہا، اور علی گڈھ کالج قایم کرکے چھوڑا، سرسید مرحوم کی مجددانہ کارروائی کا یہ نتیجہ ہی کہ آج ہندوستان مین مسلمانون کی جو سیاسی ہستی باقی ہی، وہ محض اسی درسگاہ کے تعلیم یافتہ لوگون ہی کے بدولت ہے، جس کے خلاف تمام علماے ہند نے مقدور بھر کوشش کرلی تھی، یہی حالت آج ترکی کی ہی، وہان کے علما کی حالت یہان کے علماے سے بھی بدتر ہو گئی تھی، جابجا پیری مریدی کا زور، خانقاہون کی کثرت، ننگ قوم و ملت درویشون کا تلاطم، جب علما ہی کی حالت خراب ہو تو عوام کی حالت جس قدر زبون اور افسوسناک ہو کم ہی، لیکن خداوند عالم نے وہان سرسید ایسا مصلح قوم مصطفےٰ کمال پاشا کی شکل مین بھیجا، مصطفےٰ کمال پاشا اور علما کی جماعتون مین تصادم واقع ہونا لازمی تھا، سرسید کے ہاتھ مین حکومتی اقتدار نہ تھا، مصطفےٰ کمال پاشا اپنی تدبر و شجاعت، ہمت و استقلال کی وجہ سے سلطنت ترکی کو تباہی سے بچا کر اس کا صدر اعظم بن چکا تھا، اپنی اصلاحات کی اجرا مین جسقدر کوشش کرتا کم تھا، فرض کرو کہ اگر سرسید ہندوستان کا بادشاہ یا عنان حکومت کا مالک ہوتا تو وہ مخالفین علما کی کس قدر بیخ کنی نہ کرتا، مگر کیا اسکا ایسا کرنا، اس لئے ہوتا کہ وہ اسلام کے خلاف تھا، اور اسے برباد کرنا چاہتا تھا، ؟ ہرگز نہین،

یورپین اصحاب الرائے کی یہ کس قدر کوتاہ نظری اور تعصب ہی، کہ ترکی مین جو اصلاح جاری ہوتی ہے، اسے یہ لوگ ترکی کے عیسائیت سے قریب اور اسلام سے بعید ہونے کی تحریک سمجھتے ہین، کیا اسلام ان کوتاہ نظر متعصب حاملان تہذیب حاضر کے نزدیک اقتصادی، اجتماعی، سیاسی، او

مذہبی خرابیون کے مجموعہ کا نام ہی کہ جیسے ایک برائی کم ہوئی، ویسے ہی اسلامیت کا ایک عنصر کم ہو گیا، کیا اسلام نام ہی، عام لوگون کے تحصیل علوم اور کسب فضائل سے محروم رہنے، عورتون کو ذلیل و خوار سمجھکر مکانات کی چاردیواری مین مرغان قفس کی طرح مقید رکھنے اور چار چار بیویان رکھنے کا، اگر ایسا نہین ہی اور ہر شخص جانتا ہی کہ یقیناً ایسا نہین تو پھر ان برائیون مین سے کسی ایک برائی کے کم ہونے پر کوئی قوم اسلام سے دور کیونکر ہو سکتی ہی، علاوہ برین دیکھئے کہ موجودہ عیسائیت اس عیسائیت سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لائے تھے، اور جو انجیل مین مذکور ہی، کس قدر دور ہی، ترک اسلام سے کسی لحاظ سے اسقدر دور نہین ہوئے، جس قدر بیسوین صدی کے عیسائی اپنی اصلی شریعت سے دور ہین، پھر ترکون کو کیون الزام دیا جاتا ہی، جب تک کوئی شخص خدا کی وحدانیت، قرآن پاک کے منزل من اللہ، اور جناب رسول کریم کے برحق ہونے کا معتقد ہی، اس وقت تک وہ نہ کسی طرح دائرہ اسلام سے خارج ہو سکتا ہے، نہ عیسائیت کے قریب آسکتا ہی، مخالفین، اسلام کو ہدف ملامت بنانے مین خلط مبحث کردیتے ہین، مثلاً اس وقت موجودہ ترقی و تہذیب کو عیسائیت سے کچھ سروکار نہین، عیسائیت کا رکن رکین محبت و ایثار ہے، کیا آج ایک قوم دوسری قوم کے لئے محبت و ایثار کرتی ہی، قوم کو چھوڑ دو، کیا کوئی شخص اس ہنگامہ تنازع للبقا مین اپنی ہستی کو دوسرون پر فوقیت دینے کی کوشش کئے بغیر کامیاب ہو سکتا ہی؟ قوت عمل کی تحریک جسقدر قرآن شریف سے معلوم ہوتی ہی، وہ انجیل مین کہان جس کی تعلیم یہ ہی کہ اگر ایک گال پر تھپڑ لگے تو دوسرا سامنے کردو، تو کیا اسلام مسلمانون کی موجودہ برائیون کا ذمہ دار ہو سکتا ہی،

پردہ کے لحاظ سے ترکی مین تین طرح کی عورتین ہین، قدامت پسند جو ہنوز چہرہ پر نقاب ڈال کر برقع مین باہر جاتی ہین، دوسرے وہ جو بلا نقاب مگر برقع مین نکلتی ہین، تیسری وہ جو یورپین لباس پہنتی ہین، آخر الذکر طبقہ روز بروز افزون ہی، یہی حالت مین نے مصر مین دیکھی البتہ شام، فلسطین اور حجاز مین سب عورتین چہرہ پر نقاب ڈالتی ہین، الغرض مین نے ہندوستان کا سا پردہ بلاد اسلا

مین کہین نہین پایا، ہر چیز کی افراط و تفریط مذموم و مقبوح ہی، فضیلت کا دار مدار اعتدال اور توسط پر ہے، جس طرح ہندوستان مین پردہ کی بابت افراط ہے، یورپ مین تفریط ہے، یہ دونون صورتین بری ہین، بہترین صورت وہ ہو سکتی ہو جو افراط و تفریط کے درمیان ہو، جب ہندوستان مین بعض مسلمان خاندان اس بارہ مین انگریزون کے دوش بدوش ہین تو ترک جو یورپین اقوام سے بہت نزدیک ہین اگر پردۂ نسوان کے بارہ مین ہم سے قریب ہونے کے بجائے، یورپین عمل درآمد سے قریب ہین، تو کچھ شکایت کا موقع نہین، کیا ہندوؤن کے پاس رہنے کی وجہ سے ان کی بہت سی رسمین ہم مین نہین پائی جاتین، یہ نا ممکن ہو کہ ہندوستان کی مسلمان عورتون کا پردہ ہمیشہ یا عرصۂ دراز تک موجودہ حالت پر رہے، اگر ہمارے مذہبی و دینوی رہنما باہم غور و فکر کرکے مسئلہ احتجاب نسوان کا کوئی قابلِ اطمینان حل نکال دین، تو بہت مناسب ہے، تاکہ اس باب مین رفتار ترقی ایک پسندیدہ ڈھرے پر پڑ جائے، سدِ قدیم ٹوٹے ہوئے سیل کی طرح اندیشہ ہو کہ نہ معلوم یہ مواد کس طرف کا رخ کرے اور پھر کیا انجام ہو، خودرو اور باغبان کی نگرانی مین اُگے ہوئے پودون مین بڑا فرق ہی، وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم،

ملا سعد عظیم آبادی اور انکی دو نادر کتابین،

از

مولوی سید ریاست علی ندوی رفیق دار المصنفین،

معارف ماہ اکتوبر سنہ ۳۰ء مین ہمارے محترم نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی نے ملا سعد عظیم آبادی کی تین کتابون باغ گلشن، فارسی ترجمہ ہر شش دفتر مثنوی اور شرح مختصر و فرہنگ لغات مثنوی کا تعارف کرایا تھا جو مولانائے مخدوم کو اپنے کتبخانہ کی ترتیب مین نظر آئین، اور پھر اسی سلسلہ مین موصوف نے فرزندان بہار سے ملا صاحب کے حالات پر روشنی ڈالنے کی فرمائش کی تھی،

دار المصنفین مین تذکرہ و تراجم کی جو کتابین ہین ان مین ملا صاحب کا ذکر موجود نہین، عجب کیا کہ مشرقی کتبخانہ بانکی پور پٹنہ یا ظفر نواب پبلک لائبریری گیا کے کسی قلمی تذکرے مین انکے حالات موجود ہون، اس وقت اتفاق سے ہمارے سامنے ملا صاحب کی دو اور کتابین شکرستان فرہنگ گلستان اور فرہنگ سکندر نامہ ہین جو دار المصنفین کے کتبخانہ کی ترتیب کے ضمن مین مولینا کی اس تحریر کی اشاعت کے بعد نظر پڑین،

یہ دونون کتابین ایک ہی جلد مین مجلد ہین اور ایک ہی کاتب کے قلم سے لکھی ہوئی ہین، کاتب محمد آباد ضلع اعظم گڈھ ہی کے ایک بزرگ ہین، شروع مین شکرستان ہی، اور آخر مین فرہنگ سکندر نامہ، نسخہ کی تقطیع ۲۰ × ۲۶ / ۸ ہی، خط نستعلیق اور خوشخط ہے، شکرستان ۴۴ ورق پر ختم ہوتا ہی، اور فرہنگ سکندر نامہ ۱۵ ورق سے ۲۴۲ ورق تک ہی، اور اسی کے آخر مین کاتب نے اپنے قلم سے ایک خاتمہ بھی لکھا ہی جس سے مصنف کا نام، کاتب کا نام، کتابت کے خاتمہ کا وقت اور زمانہ اور کتابت کے مقام کے حالات معلوم ہوتے ہین،

وہ خاتمہ حسب ذیل ہی:۔

"تمام شد نسخہ فرہنگ سکندر نامہ من تصنیف حقایق و معارف آگاہ فضائل و کمالات دستگاہ مولوی محمد سعد عظیم آبادی بروز چہار شنبہ بتاریخ ہفتم ربیع الثانی قبل از ظہر در سنہ ۱۲۱۰ ہجری النبوی صلی اللہ علیہ وسلم مطابق سنہ ۱۳۰۳ فصلے تحریر یافت، کاتب و مالک بندہ محمد یعقوب ابن شیخ غلام احمد بن شیخ عبد اللہ ساکن پرگنہ محمد آباد گوہنہ سرکار جونپور مضاف صوبہ الہ آباد، ہر کہ دعوی کند باطل گردد، در مقام بنارس بخانہ منجو نور باف در وقت طالب علمی نوشتہ شد، اللھم اغفر لکاتبہ وارحم برحمتک یا ارحم الراحمین"

نمکرستان میں اولاً مصنف کا ایک دیباچہ ہی، جو دو تین صفحوں میں آیا ہی، اس کے بعد فرہنگ شروع ہوتی ہی، فرہنگ حروف تہجی کی ترتیب کے بجائے گلستان کے ابواب کی ترتیب پر ہے، گلستان کے ابواب "حکایت" اور "حکمت" کے حوالے کے بعد مشکل الفاظ نقل کئے گئے ہین، اور کاتب نے فرہنگ کی عبارت سے گلستان کے جملون اور لفظون کو ان پر سرخ روشنائی کے خط سے ممتاز کر دیا ہی، اور ابواب اور ان کے عنوانات کو بخط جلی سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہی،

ملا سعد نے دیباچہ مین اولاً حمد و نعت لکھی ہی پھر وجہ تالیف اور زمانہ تالیف بیان کر کے دیباچہ ختم کر دیا ہی، ملا صاحب کا طرز تحریر بھی وہی ہی، جو عموماً اس دور مین اہل علم کے درمیان رائج تھا، مثلاً دیباچہ کی ابتدا مین جو حمد و نعت ہی، اسمین صنعت براعۃ استہلال کا خصوصیت سے لحاظ رکھا گیا ہی، اور حمد مین ایسے ہی الفاظ لائے ہین جن سے گلستان کے نام کی رعایت کا اظہار ہو، اس کے بعد سبب تالیف ان الفاظ مین لکھتے ہین:۔

"اما بعد فقیر حقیر محمد سعد مشہود ضمایر یاران ارجمند و مکشوف خواطر.......

دشوار پسند میگرداند کہ کتاب گلستان شیخ بزرگوار و مرشد نامدار مصلح الدین سعدی

شیرازی قدس اللہ سرہ بسیار رنگین است و حکایات و اشعار او شیرین"

اس کے بعد چند شعر مین گلستان کی تعریف یون کرتے ہین:۔ نظم

سوے گلستان کہ روضہ بہشت   خاک و خاشاک او عنبرین سرشت

با بہاریش بہشت را در پا،   فیض دہ قصہاش کوثر ہا،

دلکش ابیات او بسے زیبا   جان فراہم چو صورت دیبا

پھر لکھتے ہین:۔

"درین ولا و اتبا بنا بر التماس و اقتراح بعضے عزیزان فضل انتما و محبان دشت صداقت پیما ورقے چند در حل الفاظ لطیف و عبارات شریف آن نسیم نفیسہ مرقوم و مرسوم میشود امید کہ الخ"

اس کے بعد چند شعر مین جنمین سال تصنیف بیان کیا گیا ہی، لکھتے ہین، مثنوی

"در سال ہزار و نود و......[1] ز ہجرت   من طرح چنین نسخہ فرخندہ نمودم

از بس کہ نوشتم سخن سادہ و پرکار   از خاطر اندیشہ بسے زنگ زدودم

در شرح گلستان کہ بجانا و گلستان   زین کلک گہر بار در فیض کشودم

اور پھر سب سے آخر مین کتاب کا نام یون لکھتے ہین، اور اسی پر دیباچہ ختم ہو جاتا ہی،

"وچون بعنایت الٰہی و فضل نا متناہی این فرہنگ کہ در معنی کالشرح ہست باتمام رسید بنمکرستان موسوم گردید ان اللہ حمید مجید" (ورق ۲)

گلستان کے جس نسخہ کو سامنے رکھکر ملا سعد عظیم آبادی نے فرہنگ لکھی ہی، وہ گلستان کے مطبوعہ

[1] یہان پر کاتب سے کوئی سہ حرفی لفظ شعر مین چھوٹ گیا ہی، قرینہ سے "ہفت" معلوم ہوتا ہی، یعنی در سال ہزار و نود و ہفت ز ہجرت (۱۰۹۷ھ) کہ اس کے بعد کی کتاب مین ۱۰۹۶ھ مرقوم ہی،

نسخون سے کسی قدر مختلف تھا، ہم پورے استقصار کے ساتھ تو اس اختلاف کو نہین دیکھ سکے لیکن شروع کے ایک دو صفحہ اور آخر کے چند صفحون کو گلستان کے مطبوعہ نسخون سے ملا کر دیکھا تو کسی قدر اختلاف نظر آیا، ذیل مین اس کی ایک دو مثالین پیش کیجاتی ہین، ہمارے سامنے گلستان کے مطبوعہ نسخون مین سے ایک نسخہ مطبوعہ مطبع جعفری کانپور ۱۲۷۰ھ اور دوسرا نسخہ مطبوعہ مطبع احمدی کانپور ۱۲۹۳ھ کا ہے، پہلے نسخہ کی اگرچہ لکھائی چھپائی خراب ہی، لیکن صحت اور اختلاف نسخ کے ساتھ شائع ہوا ہی، اور الفاظ اور عبارتون کے اختلاف پر نسخون کا حوالہ دیدیا گیا ہی، دوسرا نسخہ صاف خوشخط چھپا ہی، اور معانی اور فرہنگ پر زیادہ توجہ کی گئی ہی،

ملا سعد کے نسخہ گلستان اور ان مطبوعہ نسخون کے پہلے ہی جملہ مین فرق موجود ہی، ان نسخون مین پہلا جملہ یون ہی "منت خدا را عز و جل کہ طاعتش موجب قربت ست" ملا سعد نے اس پہلے جملہ مین سے "منت" "عز" "طاعت" "موجب" اور "قربت" کی تشریح کی ہی، لیکن "منت" اور "عز" کے درمیان لفظ زائد "مر" کی بھی تین چار سطرون مین کی گئی ہی، اس لئے ملا سعد کے نسخہ مین یہ جملہ یون تھا "منت مر خدا را عز و جل کہ طاعتش موجب قربت ست" چنانچہ "منت" اور "عز" کے درمیان "مر" کے متعلق لکھتے ہین

"مر با فتح از کلمات زائد است کہ از برائے حسن کلام گویند، مانند آنکہ مرا ورا گفتم یا مرا ورا دیدم مراد آن باشد کہ اورا گفتم و اورا دیدم و گاہی افادہ خصوصیت نیز کند و شیخ بزرگوار گوید مرا ورا سد کبریا و منی کہ ملکش قدیم است و ذاتش غنی" (ورق ۲)

اسی طرح آخری آٹھوین باب آداب صحبت مین نہ صرف الفاظ کا فرق ہی، بلکہ مطبوعہ نسخون مین عبارت کی عبارتین غائب ہین، مثلاً آٹھوین باب مین "دو تین صفحون کے بعد" "پند" "حکمت" کے درمیان شکرستان کے نسخہ مین مستقل ایک حکمت کا بیان زیادہ ہی، چنانچہ ان دونون "پند" "پند ہر کہ نصیحت خودرائی ہیکند الخ" اور "پند حمق راستایش خوش آید الخ" کے درمیان شکرستان کے نسخہ مین

ایک پند زیادہ ہی، جس کو ملا سعد نے "حکمت ہر کہ در حالت الخ" سے شروع کیا ہی، اور اسمین کچھ لفظون "خاکِ شرق" اور "آدمی زادہ" کی تشریح کی ہے، اسی طرح اس سے پہلے گلستان کی عبارت "حکمت بدخوئی بدست دشمنی الخ" اور "حکمت دشمن چو از ہمہ حیلتی الخ" کے درمیان ایسے چند الفاظ کی فرہنگ ہی، جو ان کے درمیان مین موجود نہین (ص ۱۰۴)

اگرچہ یہ وہ تمام الفاظ و فرہنگ جو مطبوعہ گلستان کے برخلاف ان مین موجود مین انمین سے اکثر اسی آٹھوین باب مین متفرق طور پر مختلف جگہ مطبوعہ گلستان مین بھی موجود ہین، اس لئے غالباً یہی حقیقت معلوم ہوتی ہی کہ شکرستان کے نسخہ گلستان اور ان مطبوعہ نسخون مین صرف ترتیب کا فرق تھا، اکثر حکایتین اور حکمتین وہی ہین، جو مطبوعہ نسخون مین بھی ہین، لیکن انکی جگہ اسمین بدلی ہوئی ہے، نیز معلوم ہوتا ہے کہ چند حکایتین اور حکمتین شکرستان کے نسخہ مین مطبوعہ نسخون سے زیادہ ہین،

لیکن یہ واضح رہے کہ شکرستان کے نسخہ اور ان مطبوعہ نسخون مین یہ جو کچھ فرق ہمین نظر آیا ہی، وہ صرف آٹھوین باب مین اور وہ بھی شکرستان کے آخری چند صفحون مین اگرچہ یہ بھی ممکن ہی، کہ اگر مطبوعہ نسخون سے شکرستان کا باستقصار مقابلہ کیا جائے تو یہ اختلافات اور ابواب مین بھی نظر آئین، لیکن ہم نے ایک دو مقام پر ملا کر دیکھا، دونون مین تطبیق نظر آئی البتہ آٹھوین باب مین چند صفحات کے بعد ان دونون مین بالکل اختلافات ہی، شکرستان کا یہ نسخہ گلستان کی اس حکمت کے فرہنگ پر ختم ہی،

"حکمت ہر کہ در پیش سخن الخ"

اور پھر اسی کے تحت مین حسب ذیل الفاظ "مایہ" "فضل" اور "فراخ سخن" کی فرہنگ درج ہے، اور اسی پر یہ نسخہ تمام ہو گیا ہی،

لیکن کاتب نے اس کے بعد فرہنگ سکندر نامہ کو تین ورق کی بیاض چھوڑ کر شروع کیا ہی، ممکن تھا کہ ایک دوسری کتاب کے آغاز کی وجہ سے بیاض چھوڑی گئی ہو لیکن شکرستان کے خاتمہ پر پھر کوئی جملۂ مختتمہ درج نہین، اس لئے غالباً گمان یہی ہی کہ شکرستان کے آخر کے چند صفحے کتابت سے رہ گئے ہین اور اس لئے آخر سے یہ نسخہ کسی قدر ناقص رہگیا ہی،

اس کے بعد فرہنگ سکندر نامہ ہے، اسمین بھی ابتدائی دو صفحون کا دیباچہ اور آخر مین کاتب کے خاتمہ کے علاوہ مصنف کا بھی خاتمۂ کتاب ہے، اس کے دیباچہ مین بھی صنعت براعۃ استہلال کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہی، کتاب ان الفاظ سے شروع ہوتی ہی:-

"سپاس بے قیاس وحمد بیحد آفریدگارے را کہ قصص حضرت رسل وانبیا و داستان بادشاہان جلالت انتما موجب عبرت وسبب موعظت اہل فطرت وخداوند فطنت ساخت ودرود فرخندہ وسلام مبارک فرجام پیغمبرے را کہ باعجاز بیان وقران روشن تبیان غلغلہ در گنبد ہفت فلک انداخت الخ" (ورق ۱۵۰)

اس کے بعد لکھتے ہین:-

"فقیر سراپا تقصیر محمد سعد معروض ضمایر سخن فہمان سدید میگرداند کہ کتاب شرفنامہ کہ بسکندر نامہ در میان انام شہرت تمام دارد نسخہ ایست صافی وکتابے است کافی برائے حاصل کردن شمائل الخ"

پھر سبب تالیف یون بیان کرتے ہین:-

"ودرین ایام بعضے دوستان سعادت انجام افزاح تمام والحاح مالاکلام نمودند وفرمودند کہ جہت توضیح وتفسیر بعضے الفاظ مغلق وکلمات مشکل آن کتاب مستطاب از کتب لغت مثل صراح وکنز اللغات وموید الفضلا جزان حواشی در حیز تحریر باید آوردن

وچند بیت را نیز کہ فی الجملہ غموضے باشد واضح کردن ولہذا بادی آن وادی شدہ کمر سعی واجتہاد بر بستم وبہ تسوید شرح بعضے الفاظ وابیات در پیوستم الخ" (ورق ۱۵۱)

پھر چند شعر کے بعد فرہنگ شروع ہوتی ہے، اور کتاب ختم کرکے آخر مین یون لکھتے ہین اور اسی سے سال تصنیف معلوم ہوتا ہی،

"وبامداد حضرت ذوالجلال این چند ورق در ہزار ونود وشش (۱۰۹۶ھ) از ہجرت رسول برحق ایزد لایزال کہ صد ہزار درود وتحیت خدائے متعال الخ" (ورق ۲۴۲)

بہرحال حبیب گنج اور دار المصنفین کے ان قلمی نسخون سے یہ ثابت ہوتا ہی، کہ انکا نام محمد سعد تھا، عظیم آباد (پٹنہ) وطن تھا، اس وقت پٹنہ کا نام عظیم آباد نہین پڑا تھا کیونکہ یہ نام عظیم الشان بن عالمگیر کے زمانہ مین پڑا ہی، اس لئے وہ پٹنوی کہلائے، فارسی درسیات کے پڑھنے پڑھانے کا غالباً شغل رکھتے تھے، اس لئے ان کتابون کی شرحین لکھین، انکا زمانہ گیارہوین صدی ہجری کا اخیر اور بارہوین صدی ہجری کا اول تھا،

شرح سکندر نامہ ۱۰۹۶ھ مین تالیف کی، شرح گلستان ۱۰۹۷ھ مین اور باغ گلبین مثنوی روم کا انتخاب ۱۱۰۱ھ مین کیا ہی، مثنوی مذکور کے چھوون دفترون کے خطبون کا فارسی ترجمہ ۱۱۰۶ھ مین کیا،

فارسی کے شاعر بھی معلوم ہوتے ہین، عربی سے بھی آگاہ ہین کہ مثنوی کے عربی خطبون کا فارسی مین ترجمہ کیا ہی،

تلخیص و تبصرہ

سنہ ۱۹۳۰ء مین سائنس کی ترقی

معارف مین ماہانہ اخبار علمیہ کے علاوہ سال بسال سائنس کے کارنامے بھی پیش کئے جاتے رہے ہین، ذیل کی سطرون مین اس ترقی کا خلاصہ ہی جو سال گذشتہ مین سائنس کے مختلف شعبون مین ہوئی ہی، کتنی افسوس کی بات ہے کہ اس طویل فہرست مین دنیا کی دوسری سب سے بڑی آبادی ہندوستان کا نام ایک بار بھی نہین آیا ہی، کسی ملک کی تعلیمی ترقی کا راز صرف یونیورسٹیون کی تعداد مین اضافہ نہین، بلکہ اس کی تعلیمی کیفیت مین اضافہ ہی، ہمارے ہان علوم جدیدہ کا شور تو بہت کچھ ہے، مگر جو کچھ سکھایا جاتا ہی، وہ بھی ذہنی غلامی کی حد سے آگے نہین بڑھتا، بہرحال یورپ نے پچھلے سال مختلف علوم و فنون کے جن شعبون مین جو کچھ ترقی کی ہی، اس کی مختصر فہرست یہ ہے:-

فن ہوابازی، اس فن مین لفٹنٹ اپالو سوسک (Lient Apollo Soucek) بحری ہواباز نے ۴۳۱۶۶ فٹ یعنی آٹھ میل سے زیادہ کی بلندی تک پرواز کی، یہان تک کسی اور کی رسائی ابھی تک نہین ہوئی تھی،

بحر اٹلانٹک کو مشرق سے مغرب تک عبور کرنا بہت مشکل ہی، مگر اس سفر کو کپتان ڈوڈونے کوستے (Capt. Dieudoune Coste) اور مارس بلونتے (Maurice Bellonte) نے کامیابی کے ساتھ طے کیا، وہ کوئسچن مارک (Question Mark)

نامی طیارہ مین پیرس سے روانہ ہوئے، اور ۳۷ گھنٹے اٹھارہ منٹ مین نیویارک پہونچ گئے،

کونل یونیورسٹی کے ڈاکٹر ولیم جیر (Dr. Wm. Geer) نے ہوائی جہازون کے پرون کیلئے ربر کی ایک پوشش ایجاد کی ہی جس سے ان پرون پر برف نہین جمنے پاتی،

کیپٹن فرینک ہاکس (Capt Frank Hawks) نے ۱۲ گھنٹے ۲۵ منٹ ۳ سکنڈ مین براعظم امریکہ کو مغرب سے مشرق تک عبور کیا، اتنے کم وقت مین اسقدر طویل پرواز کی یہ پہلی مثال ہی،

دنیا کے سب سے بڑے طیارہ جرمن ڈواکس (Do - X) نے اپنی پہلی طویل پرواز کو کامیابی کے ساتھ طے کیا،

فارسٹ اوبرین (Forest O.Brin) اور ڈیل جکسن (Dale Jackson) نے طیارہ گریٹر سینٹ لوئی (Greater St Louis) مین مسلسل ۶۴۷ گھنٹے ۲۸ منٹ ۳۰ سکنڈ سفر کر کے ایک عدیم المثال کارنامہ دنیا کے سامنے پیش کیا،

کرٹس ٹینجر (Curtis Tanger) نامی طیارہ کو (Guggen heim Safe Aircraft) کے مقابلہ پرواز مین ایک لاکھ ڈالر کا انعام ملا،

یو مڈالینا (U Maddalena) اور الف سیکونی (F. Cecconi) دو اطالین ہوابازون نے بغیر دوبارہ پٹرول وغیرہ لئے ہوئے مسلسل ۶۷ گھنٹے ۱۳ منٹ پرواز کر کے ایک ایسا کارنامہ پیش کیا ہی جس کی نظیر نہین ملتی، ایک محیط حلقہ مین ان کی ۵۰۸۸،۲۷ میل کی پرواز بھی عدیم المثال ہی،

ڈاکٹر ہیوگو جنگرس (Dr. Hugo Junkers) نے اپنے عظیم الشان طیارہ کو مکمل کر کے سیر و پرواز کیا، یہ طیارہ تین ٹن سے زیادہ وزن برداشت کر سکتا تھا، اور اسمین دو ہزار میل کی مسافت کی طاقت تھی،

برطانیہ کے عظیم الشان طیارہ آر (۱۰۱) کو فرانس مین ایک طوفان کی وجہ سے آگ

لگ گئی اور وہ بالکل برباد ہوگیا،

ہوائی جہاز سے ایک مشین کے ذریعہ سے زمین پر آنکی پہلی کوشش جو لفٹنٹ بارنبی (Lieut. R. S. Barnaby) نے کی تھی، کامیاب ہوئی، چنانچہ وہ اس کے ذریعہ طیارہ لاس اینگلیس (Los Angeles) سے نیچے اترا،

کیپٹن چارلس کنگسفورڈ اسمتھ (Capt. Charles Kingsford Smith) اور اسکے جہازی کارکنون نے آئرلینڈ سے ممالک متحدہ امریکہ تک سدرن کراس (Southern Cross) نامی ایک طیارہ مین پرواز کرکے دنیا کے چارون طرف کا دورہ تکمیل کو پہونچایا،

طیارہ (آر ۱۰۰) نے کارڈنگٹن (انگلستان) سے مانٹریل (امریکہ) تک بیچ مین کہین رکے بغیر ۳۴۰۰ میل کی پرواز طے کی،

کیپٹن اسٹونس (Capt. Stevens) نے ایک فوجی ہوائی جہاز مین بیٹھکر ۲۷۰ میل کے فاصلے سے عکسی تصویرین لین جسکی نظیر اس سے قبل موجود نہ تھی،

عورتون مین سب سے زیادہ بلند پروازی کی مثال جس نے قائم کی ہی، وہ مس الینر اسمتھ (Miss Elinor Smith) ہے، جس کی عمر اٹھارہ سال کی ہی، اس لڑکی نے ۲۷۴۱۸ میل یعنی پانچ میل سے زیادہ کی بلندی تک پرواز کی،

کیپٹن فان گرونا (Capt. Von Gronau) اور اس کے تین ساتھیون نے بحر اوقیانوس کو پہلی بار مشرق سے مغرب کی طرف آئس لینڈ اور گرین لینڈ کے راستہ سے ایک بحری ہوائی جہاز مین عبور کیا،

انگلستان سے آسٹریلیا تک سب سے پہلے جس عورت نے تنہا ہوائی جہاز مین سفر کیا وہ مس ایمی جانسن (Miss Amy Johnson) تھی،

عورتون مین تیز پروازی کی مثال مس امیلیا ایرہارٹ (Miss Amelia Earhart)

نے ۱۸۱٫۱۵ میل فی گھنٹہ کی رفتار پرواز سے قائم کی،

علم الانسان اور علم آثار قدیمہ

نیشنل میوزیم ممالک متحدہ امریکہ کے ماہر آثار قدیمہ نیل ایم جڈ (Neil M. Judd) کی سرکردگی مین ہوائی جہاز سے اُن تمام نہرون کی تصویرین لی گئی، جو تقریباً سنہ ۱۲۰۰ء مین امریکہ کے قدیم باشندہ انجنیرون نے بنائی تھین،

دریائے کسکاکون کے ایک ایسے خطۂ زمین مین جو تقریباً ناقابل گذر تھا، (Dr. Ales Hrdlicka) نے جن کا تعلق اسمتھسن کے ادارہ سے ہی، امریکہ کے قدیم اور اصلی باشندے تین ہزار کی تعداد مین پائے، یہ لوگ قدیم باشندون کی موجودہ نسل سے مختلف ہین،

ڈاکٹر ہربرٹ اسپنڈن (Dr. Herbert Spinden) کی تحقیقات ہی کہ حضرت مسیح سے آٹھ صدی قبل مایا، یعنی اصلی امریکی باشندے (جنکو انڈین کہتے ہین) چاند اور سورج گرہن کے متعلق نہایت صحیح پیشینگوئیان کرتے تھے،

رومہ (Rome) کے پرانے کھنڈر صاف کئے جارہے ہین، اور نئے مکانات کو بھی گرا رہے ہین، تاکہ قدیم عمارتین بہتر طریقہ سے دکھائی جائین،

پروفیسر ولیم البرائٹ (Prof. William Albright) نے اطلاع دی ہی کہ انجیلی تاریخ کی ایکہزار سال کی شہادت (سنہ ۱۶۰۰ قبل مسیح سے سنہ ۵۸۶ قبل مسیح تک) صرف ایک ٹیلہ مین پائی گئی جو بمقام طل بیت مصرایم واقع ہی،

پنسلوینیا یونیورسٹی کے پروفیسر اسپیسر (Speiser) کا بیان ہی کہ دنیا کے قدیم ترین تمدن کی ابتدا ایشیا کی اس قوم نے کی جسکو یافثی قوم کہتے ہین،

پنسلوینیا یونیورسٹی میوزیم اور برٹش میوزیم کے وفد نے ایک معبد جسے بوخذ نصر (بخت نصر) نے تعمیر کیا تھا، اور دوسرے آثار قدیمہ کو مقام اور (بابل) مین دریافت کیا،

مٹروپولٹن میوزیم آف آرٹ کے وفد نے ایک مقبرہ کا معائنہ کیا جسمین دو مصری شاہزادیون کی مومیائی کی ہوئی لعشین دفن تھین اور ان کی دفیات کا ایک نفیس نسخہ امریکہ لائے،

مصر کے عہد قدیم کی مومیائی کی ہوئی لعشون کا سب سے بڑا ذخیرہ جو صرف ایک مقبرہ مین پایا گیا ہی وہ یہ ہے جسے مصر قدیم کے امیرون کے قومی گورستان بمقام میڈوم (Meydum.) کے ایک مقبرہ سے کھود کر نکالا گیا ہی،

مصری یونیورسٹی کے پروفیسر سلیم حسن آفندی نے مقام جیزہ مین ایک ایسا مقبرہ دریافت کیا ہی جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہی کہ وہ مصر کا سب سے بڑا شخصی مقبرہ ہے، جو اب تک معلوم ہو سکا ہی،

ہیئت

لاول کے رصدخانہ مین تقریباً اسی مقام پر ایک نیا سیارہ دیکھا گیا جس کی پیشینگوئی رصدخانہ مذکور کے بانی پروفیسر پرسوال لاول (Percival Lowell) (المتوفی ۱۹۱۶ء) نے کی تھی، یہ سیارہ اور سیارون کی بہ نسبت آفتاب سے زیادہ دور ہی، اس کا نام بعد مین پلوٹو (Pluto) رکھا گیا ہی،

ڈاکٹر اڈون ہبل (Edwin Hubble) اور ملٹن ہیومین (Milton Humason) نے ایک جدید طرز تحقیق سے دریافت کیا ہی کہ بہت سے ستارے چالیس میل فی سکنڈ کی رفتار سے گردش کر رہے ہین، یعنی کرۂ زمین کی گردش کی جو رفتار خط استوا پر ہی اس سے ایکسو پچاس گنا زیادہ تیزرفتاری کے ساتھ،

آکسفرڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ملنے (E. A. Milne) نے یہ نظریہ پیش کیا ہی، کہ ستارون کی ساخت انڈے کی طرح ہوتی ہی، درمیان مین زردی کی سی ایک سخت چیز ہوتی ہی اور اس کے چارون طرف ہلکے قسم کا مادہ ہوتا ہی،

رصدخانہ پیرس کے ڈاکٹر لیو (B. Lyot) کی تحقیقات سے معلوم

ہوتا ہی کہ چاند کی سطح پر بظاہر کوئی آتش فشان کی راکھ پڑی ہوئی ہی،

ڈاکٹر ہلبرٹ ([illegible]) نے یہ نظریہ پیش کیا ہی کہ ممکن ہی کہ کرۂ ارض کے ساتھ ہی ایک دمدار ستارا ہو جو کبھی کبھی خفیف سی روشنی کی شکل مین دکھائی دیتا ہے، اور جسے ہیئت دان جگی نشین ("Gegenschein") کہتے ہین،

ڈاکٹر مور (J. H. Moore) کی تحقیقات کے بموجب نپتون (Neptune) مین دن تقریباً سولہ گھنٹہ کا ہوتا ہی،

ہارورڈ کالج کے رصدخانہ کے ڈائرکٹر ڈاکٹر ہارلو شپلے نے کائنات کی ترکیب کے متعلق ایک جدید نظریہ پیش کیا ہی، کہ یہ ایک عظیم الشان نظام ہی جو ستارون کے سیکڑون چھوٹے چھوٹے مجموعون کی بستگی سے بنا ہی، یہ ستارے ابتداءً پراسرار چکردار سحابیات کی طرح تھے،

ستارون کے قطر کی پیمائش کے لئے کیلیفورنیا کے رصدخانہ ولسن مین پچاس فٹ کا ایک نیا عظیم الشان آلہ بنایا گیا ہی،

کورنل یونیورسٹی کے ماہرین علم کیمیا ڈاکٹر جیکب پیپش اور زیڈا ہانفورڈ نے دریافت کیا ہی کہ بعض شہاب ثاقب مین جو زمین پر گرتے ہین، آرسینک اور جرمنیم دونون چیزین موجود ہوتی ہین

سات شہاب ثاقب کی دریافت کا اعلان دوران سال مین کیا گیا، اگرچہ ان مین سے ایک کے متعلق پوری تحقیق نہین ہوئی، اور دوسرا وہ تھا جو وقتاً فوقتاً نظر آتا رہتا تھا، پہلے اور چوتھے کو رصدخانہ ہمبرگ کے ڈاکٹر شاشیمن اور روا چیمن نے دریافت کیا، دوسرے کو ہمبرگ ہی مین بیر (Beyar) نے دریافت کیا، تیسرے کو ولک نے دریافت کیا جو پولینڈ کا رہنے والا ہی، پانچوین کو فوربس نے، چھٹے کو ڈاکٹر جارج وان بیسبروک (George van Biesbroeck) نے اور ساتوین کو ناکامورا (Nakamura) نے دریافت کیا جسکا تعلق کیوٹو امپیریل یونیورسٹی جاپان سے ہی،

علم کیمیا ڈاکٹر اسٹرلنگ ہنڈرکس اور پروفیسر لائنس پالنگ نے دریافت کیا ہو کہ ٹھوس مرکبون مین گردش کرنے والا سالمہ ہوتا ہو، یہ انکشاف گنجایش حرارت کے ساتھ ایک اہم تعلق رکھتا ہو،

ولیم برگ وکٹوریہ یونیورسٹی مینچسٹر، اور پروفیسر لائنس پالنگ نے سیلیکیٹ (CiLiCATE) کے قلم کی ساخت کا کیمیائی معما حل کیا،

ٹامس مڈگلے نے برقی آلاتِ تبرید مین استعمال کے لئے ایک نیا گیس ایجاد کیا ہو جو زہر سے خالی اور آگ لگجانے کے خطرہ سے بری ہو، یہ گیس کاربن، کلورین، اور فلورین سے مرکب ہو،

کیروٹین (Carolin) یعنی وہ مادہ جو بعض غذاؤن کو زرد بنا دیتا ہو، غذائیت کے لئے اسی قدر اہم ہو جس قدر سبز کلوروفل (Chlorophyll) کیونکہ وٹامن اے (Vitamin A) ترکاریون، مکھن، اور انڈے کی زردی کے اس رنگ کے ساتھ شامل رہتی ہو،

ربر کے بوٹ سب سے پہلے یونائٹڈ اسٹیٹس بورڈ آف اسٹینڈرڈس کے کیمیائی عملون مین حل کئے گئے،

انجنیری دنیا کی دو سب سے لمبی محرابین بند کردی گئین، یعنی کِل وان کُل Killvan Kull کا پل نیویارک مین جس کی محراب (۱۶۷۵) فٹ چوڑی تھی، اور دوسرا سڈنی کا پل آسٹریلیا مین جسکی وسعت (۱۶۵۰) فٹ تھی،

سین فرانسسکو (امریکہ) مین ایک عظیم الشان پل کی تعمیر کا انتظام ہوا ہو جس پر تین کرور پچاس لاکھ ڈالر صرف ہونگے، اس پل کی صدر محراب کی وسعت (۴۲۰۰) فٹ ہوگی، یہ محراب دنیا مین سب سے زیادہ چوڑی ہوگی،

ڈیٹرائٹ ونڈزر سرنگ جو کناڈا اور ممالک متحدہ امریکہ کو دریائے ڈیٹرائٹ کے نیچے ملاتی ہے، گاڑیون کی آمد و رفت کے لیے کھول دی گئی،

ایک ملیے کار جسمین (۴۰۰) گھوڑونکی طاقت کا ہوائی جہاز کا انجن لگا ہوا تھا (۱۰۰) میل فی گھنٹہ سے زیادہ کی رفتار سے جرمنی کی ایک سیدھی سڑک پر چلی، کنکریٹ کی محراب کا دنیا کا سب سے لمبا پل برسٹ (فرانس) مین تعمیر ہوا جسمین تین طاق مین اور ہر ایک (۶۱۲) فٹ چوڑا ہے،

جرمنی کا نیا جہاز یوروپا (Europa) سمندر مین داخل ہوا اور اپنے ساتھی جہاز بریمن (B-remen) نامی سے سبقت لیجا کر شمالی اوقیانوس کا سب سے تیز رفتار جہاز ثابت ہوا،

شکاگو کے تجارتی بازار کی عمارت جو دنیا کی سب سے بڑی عمارت کہی جاتی ہو تکمیل کو پہونچی،

دنیا کا سب سے اونچا پل جو دریائے آرکنساس سے (۱۲۶۰) فٹ کی بلندی پر ہو، شہر کینن کے قریب امریکہ کے صوبہ کولوریڈو مین تعمیر ہوا،

ریڈیو ٹیلیفون کا سلسلہ نیویارک اور بیونس آیرس (امریکہ) کے درمیان قایم ہوگیا ہو جس سے بذریعہ ریڈیو فون چار براعظمون یعنی شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ، یورپ اور افریقہ کے درمیان رابطہ قایم ہوجانا ممکن ہوگیا ہو،

فچبرگ (امریکہ) مین پندرہ لاکھ ڈالر کے صرفہ سے ایک ایسا کارخانہ تعمیر ہونیوالا ہو جسمین کھڑکیان نہ ہونگی، ہوا اور روشنی کا انتظام دوسرے مصنوعی طریقون سے کیا جائیگا،

طبعیات ڈاکٹر راس گن نے یہ نظریہ پیش کیا ہو کہ آفتاب ایک زبردست برقی قمقمہ کیطرح بجلی سے روشن ہوتا ہو، جو (۱۰۰۰۰۰۰) وولٹ (megav) کے دباؤ سے آفتاب کے اندر سے نکلتی ہو،

ڈاکٹر رچرڈ ٹولمین نے کائنات کے متعلق ایک جدید نظریہ پیش کیا ہو، کہ یہ غیر سکونی ہو، اور یہ ایسے مادہ سے بنی ہو جو اشعاع سے منتشر ہو رہا ہو،

روٹرس (H. C. Roters) اور پالڈنگ (H. L. Paulding) نے ایک ایسی گھڑی بنائی ہے جو خود بخود ریڈیو کے اشارون پر اپنا وقت صحیح کرے گی،

ڈاکٹر میریسن کے زیر نگرانی ایک نئے طرز کی گھڑی تیار کی گئی ہو جو برقی طاقت سے چلیگی، ڈاکٹر لانج نے ایک نئے طرز کا خانہ ایجاد کرکے جسمین تانبے کا آکسائیڈ ہوتا ہو برقی رو کو براہ راست آفتاب کی روشنی سے حاصل کرنا ممکن کر دکھایا ہو،

"ع ز"

اخبار علمیہ

ہوائی جہاز کا مستقبل

سر دست اگرچہ ہوائی جہازون کو خطرات کا سامنا پڑتا ہی، لیکن متعدد ماہرین پرواز کا خیال ہی کہ آیندہ جو ہوائی جہاز تیار ہونگے وہ موجودہ جہازون سے بڑے ہون گے اور اُن مین راحت و حفاظت کے تمام سامان موجود ہونگے، اور جہاز اور ریل کے سفر سے انکا سفر خطرات سے زیادہ محفوظ ہو گا، آیندہ ہر ہوائی جہاز مین فضائی کشتیان لگائی جائینگی جنکو حسب ضرورت جہاز سے الگ بھی کر سکین گے، اور پھر اُس سے ملا بھی سکین گے، اس طرح ہر شخص خطرات سے بھی بچ سکے گا، اور سیر و تفریح بھی کر سکے گا،

ایک قابلِ ذکر بات یہ ہی کہ اس وقت ہوائی جہازون کے تمام انجنیر مچھلیون اور چڑیون کے حالات زندگی کا بغور مطالعہ کر رہے ہین، تاکہ ایسے نتیجے تک پہونچ سکین جن سے فن پرواز مین ترقی ہو، غالباً آیندہ زمانے مین ہوائی جہازون کی بیرونی غلاف پر ایسے چھلکے چڑھائے جائینگے جو مچھلیون کے جسم کے چھلکون سے مشابہ ہونگے، کیونکہ ان سے ہوا کے مقابلہ مین آسانی پیدا ہو گی، اور جہاز تیزی کے ساتھ اُڑ سکین گے، یہ لحاظ رکھنا چاہئے کہ سرعت پرواز جہاز کے توازن اور مسافرون کے آرام مین خلل انداز نہین ہوتی؛

بقاے شباب

بعض امریکن ڈاکٹرون کا خیال ہی کہ اب ایسے علمی طریقے ایجاد ہو گئے ہین، جنکے ذریعہ سے جسم انسانی کی رطوبات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہی، اور جس طریقہ سے خون کی تحلیل کیمیاوی کی جاتی ہی اسی طریقے سے انکو گھٹایا بڑھایا جا سکتا ہی، اور اس طریقہ سے ان مریضون کی عمر کو بڑھایا جا سکے گا، جو مرض "اودیما" مین مبتلا ہین، کیونکہ یہ مرض جسم مین رطوبات زائدہ کے جمع ہونے سے پیدا ہوتا ہی، لیکن چونکہ یہ رطوبات

انھین اسباب سے جمع ہو جاتی ہین، جن سے قبل از وقت آدمی بوڑھا ہو جاتا ہی، اس لئے جب مرض اودیما کے علاج کا قابلِ اطمینان طریقہ معلوم ہو جائیگا، تو قبل از وقت بڑھاپے کا بھی علاج ہو سکے گا،

دنیا کا بلند ترین منارہ

شہر شیکاگو مین دنیا کا بلند ترین منارہ قائم ہی جو سطحِ زمین سے ۶ سو پانچ اونچا ہی، اور اس سے جو روشنی پھیلتی ہی، وہ ایکہزار چھ سو ملین کے برابر ہی، اگر زمین مسطح اور ہموار ہوتی، تو اسکی روشنی پانچسو میل کے فاصلے سے نظر آتی، لیکن چونکہ زمین کرہ ی ہی، اس لئے جو شخص منارے سے پانچسو میل کے فاصلے پر ہوتا ہی، اسکو یہ نظر آتا ہی کہ اسکی روشنی کی شعاعین اوپچاس میل کی بلندی پر اُس کے سر سے گذر رہی ہین، باایں ہمہ اُس کی روشنی مین عام اشتہارات سو میل کے فاصلے سے اور عام اخبارات پچاس میل کے فاصلے سے پڑھے جا سکتے ہین،

ستارون کی ترکیبی ساخت

ایک پروفیسر صاحب (جو آکسفورڈ یونیورسٹی مین علم ہیئت کے پروفیسر ہین) کا خیال ہی کہ ستارون کی ترکیب انڈون سے مشابہت رکھتی ہی، یعنی انڈون کی زردی کی طرح اُن کے اندر بھی ایک کثیف مادہ ہوتا ہی، جسکے گرد گیسین جمع رہتی ہین، اور فہرنہیت کے پیمانے سے اس کی حرارت کا درجہ ایک لاکھ ملین ہوتا ہی، اور اس حرارت کی وجہ سے اس کثیف مادہ کے تمام ترکیبی عناصر کہربائیت مین بدل جاتے ہین،

ریڈیم کے دریافت کرنے کا طریقہ،

معدنی چیزون مین ریڈیم سب سے زیادہ گران قیمت چیز ہی، جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک کمیاب اور نادر چیز ہی، لیکن یہ ممکن ہی کہ زمین کے ہر حصے مین ریڈیم کے عناصر پائے جاتے ہون جنکے دریافت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ فوٹوگراف کے شیشے کی ایک تختی اندھیرے مین رکھی جائے پھر اس کے اوپر لوہے کا ایک ٹکڑا یا لوہے کی کنجی رکھدی جائے، اس کے بعد ان سب کے اوپر دو مٹی رکھی جائے

جسکی نسبت یہ خیال ہو کہ اس مین ریڈیم کے عناصر شامل ہین اور اس طرح ان سب کو چند دنون اندھیرے مین چھوڑ دیا جائے، اس کے بعد فوٹوگراف کے شیشے کو جس طرح تصویر اتارتے وقت دھویا جاتا ہی، دھولیا جائے، اگر مٹی مین ریڈیم کے عناصر شامل ہونگے تو اس سے جو روشنی پیدا ہوگی اس سے کنجی کی تصویر فوٹوگراف کے شیشے پر اتر آئیگی، لیکن اگر تصویر نہ اتری تو اس سے ثابت ہوگا کہ ریڈیم کے عناصر اس مٹی مین نہین ہین،

کپڑے آواز کو جذب کر لیتے ہین،

بعض تجربات سے ثابت ہوتا ہی کہ کپڑے بالخصوص دبیز کپڑے آواز کو جذب کر لیتے ہین، یہی وجہ ہو کہ تھیٹرون اور گرجاؤن مین بہ نسبت جاڑے کے گرمیون مین آواز صاف سنائی دیتی ہی کیونکہ جاڑون مین موٹے کپڑے آواز کے بڑے حصے کو جذب کر لیتے ہین، اسی بنا پر جن تھیٹرون مین مخمل کے گدے زیادہ بچھائے جاتے ہین ان مین بلند آواز کی ضرورت زیادہ ہوتی ہی،

آواز کے بلند کرنے کا آلہ

ایک امریکن نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہی جو ٹیلیفون مین اسی غرض سے لگایا جاتا ہی کہ آواز کتنی ہی پست ہو اور ٹیلیفون کے گرد کتنے ہی شور مچایا جائے، لیکن وہ آواز کو بلند کر دے، بعض اشخاص قصداً ٹیلیفون کے ذریعہ سے نہایت پست آواز مین گفتگو کرتے ہین، تاکہ اس کے گرد کے لوگ بات کو نہ سننے پائین لیکن اس آلہ کا بڑا فائدہ یہ ہی کہ جس سے گفتگو کیجاتی ہی وہ اس پست آواز کو اچھی طرح سن لیتا ہی،

بچون کی قوت گویائی

اگر بچون کے روز پیدائش سے ان کے گفتگو کرنے تک کے زمانہ کو دیکھا جائے تو اندازہ ہوگا کہ وہ چیزون کا نام زبان سے لینے کے پہلے ان کی صورتین پہچان لیتے ہین مثلاً اگر کسی بچہ کو کسی

پیالہ مین دو تین مرتبہ دودھ پلایا جائے، تو پھر وہ دودھ کا پیالہ اپنے سامنے لاتے دیکھتے ہی سمجھ لیتا ہی کہ دودھ آرہا ہی لیکن دودھ کا مفہوم سمجھنے کے باوجود وہ اپنی زبان سے کچھ مدت کے بعد ہی ادا کر سکتا ہی، تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہی کہ بچہ سب سے پہلے حروف شفیہ یعنی با، میم وغیرہ ادا کرتا ہی جو لب سے مس ہو کر نکلتے ہین، اور اسی لئے وہ ابتداءً "بابا" "ماما" آسانی سے کہنا شروع کرتا ہی، ان حروف کے بعد ایسے حروف ادا ہوتے ہین، جو زبان اور دانت کی مدد سے نکلتے ہین، جیسے تا، طا، دال، میم وغیرہ اور ایسے زمانہ مین، بچے "تاتا" "دادا" "نانا" "لالا" وغیرہ کہتے ہین، اور یہی زمانہ بچون کے آغاز کلام کا ہوتا ہی لیکن کبھی کبھی بچے تین اور چار برس تک قوت گویائی سے محروم رہجاتے ہین، لیکن ماہرین فن کے نزدیک اس مین ان کی خطا نہین ہی صرف انکی مان کا قصور ہوتا ہی، کیونکہ مان عادةً بچہ کو لفظ مشق کرانے مین ایسے الفاظ بار بار خود اپنی زبان سے کہہ دیتی ہی، جو بچہ اپنی زبان سے ادا کرنے کا بار بار قصد کر کے رہجاتا ہی،

دنیا مین موٹرون کی تعداد

اس وقت دنیا مین موٹرون کی مجموعی تعداد تین کرور پچاس لاکھ (۳۵۰......) ہے یعنی تمام دنیا کی آبادی کے حساب سے (۵۵) آدمیون کے درمیان ایک موٹر، ہر سال ۳۰۹۲۸۲۷ موٹر تیار ہوتے ہین، اس مجموعی تعداد مین ۸۰ فی صدی سے زیادہ امریکہ کے تیار کردہ ہین، امریکہ مین موٹرونکی موجودہ تعداد ۲۶۶۵۳۴۵۰ ہے،

عراق مین ایک قدیم مدفن

امریکہ کی ایک علمی جماعت نے جو شمال عراق مین آثار قدیمہ کی تحقیقات کر رہی ہو ایک مقام پر ایک نہایت قدیم مدفن کا سراغ لگایا ہی جسمین ایک مٹی کا تابوت اور کچھ مٹی اور پیتل کے برتن وغیرہ ملے ہین، اور ظن غالب یہ ہو کہ اسکی تاریخ سلطنت اخمینیہ سے تعلق رکھتی ہی جس نے ۵۵۰ ق م سے ۳۳۰ ق م تک یہان حکومت کی ہی لیکن سکندر کی فتوحات مین چونکہ بہت کم مدفن غارتگری سے محفوظ ہین اسلئے خیال ہو کہ اس مدفن کے ذریعہ سے بہت سے اہم آثار کا سراغ لگ سکے گا،

"ع"

ادبیات

مرگِ حیات آفرین

از

جناب اقبال احمد صاحب سہیل ایم اے ال ال بی (علیگ) ایڈوکیٹ اعظم گڈھ

گلکدۂ روزگار سیر کے قابل نہین
اِس کی حقیقت ہی زہر اسکا مجاز انگبین
لالۂ رنگین پرند شاہدِ آتش نشین
سنبلِ مشکین کمند مارِ تہِ آستین
قامتِ سرو بلند مصرعِ آہ حزین

اسکا خیابان ہو یا سایہ داغِ پلنگ
اس کا بیابان ہے یا وسعت کامِ نہنگ
زندگی و موت مین رابطہ جام و سنگ
ذرہ و خورشید مین کشمکشِ صلح و جنگ
عالمِ اجسام مین معرکۂ مہر و کین،

ایک نمط پر نہین بزمِ جہان کو قرار
روز بدلتا ہی رنگ جلوۂ ہستی ہزار
دہر کی طینت گریز وقت کی فطرت فرار
گرم تگاپو ہی، ابلقِ لیل و نہار،
دیکھئے رکتا ہی بھی جاکے یہ ظالم کہین

غم سے ہے مادری بزمِ جہان کا نظام
تلخیِ آلام سے اس کا ہی لبریز جام،
میکدۂ دہر مین کون نہین تلخ کام
خونِ شقایق سے ہی دامنِ مین لالہ فام
زخمِ کواکب سے چور سینۂ چرخِ برین

بھول بھولیان ہی یہ دائرۂ شش جہات
موت سے پہلے کہان اس سے میسر نجات
کر نہ سکا کوئی حل مسئلۂ کائنات
شاطرِ ایام سے کھائی نہین کس نے مات
اس کا گرفتارِ دام چھوٹ کر نکلا نہین

ہستیِ ناپائدار کیا ہے تیرا اعتبار
داغ ہے تری بہار ننگ ہی تیرا وقار
خاک ہی تری مزار موت ہی تیرا خمار
تیرا مزہ ناگوار تیری فضا برق بار
تیری زمین شعلہ زار تیرا فلک آتشین

شوکتِ دارا و جم قصۂ ماضی سہی
کل کی ابھی بات ہی فرہ امان اللہی
لیٹ گئی ایک آن مین زار کی شاہنشہی
وارثِ عثمان سے تختِ خلافت تہی
مسندِ قاچار پر ہی اب رضا خان مکین

جارِ تحیر نہین دہر کا یہ انقلاب
موجِ ہستی ہی خود سلسلۂ پیچ و تاب
جلوہ نیرنگ ہے حسن ازل کی نقاب
اصل مین ہی ورنہ ایک قطرہ و موج و حباب
شان مظاہر ہی صرف گاہ چنان گہ چنین

جلوۂ ہستی ہے کیا صرف فریبِ سراب
زندگی مستعار کیا ہے بس ایک نقشِ آب
اس کی حقیقت عدم اسکا وجود اضطراب
خواب ہی یہ زندگی موت ہی تعبیرِ خواب
زندگی ایک وہم ہی موت ہی حق الیقین

ہے یہ فریبِ حیات پرتوِ شانِ صفات
کرتے نہین التفات اس پہ طلبگارِ ذات
آکہ بتاؤن تجھے سرِ حیات و ممات
موت جسے کہتے ہین ہی وہی عین حیات
قطرہ گم گشتہ ہی بحر مین خلوت گزین

وسعتِ کون و مکان جس کے مقابل خجل
تنگ ہی اس کے لئے یہ قفسِ آب و گل

موت کے بس کی نہین زندگی اہل دل قلزم مواج ہی اپنی جگہ مستقل

بن کے مٹا کرتی ہے موج کی چین جبین

خود ترے سینہ مین ہی مہرِ درخشان نہان چاک گریبان سے کر صبح تجلی عیان

عشق کی سرکار مین نذر تو کر نقد جان آکے قدم لیگی خود زندگیِ جاودان

کر ے ابھی امتحان گر نہ ہو اسکا یقین

حق و صداقت پہ ہی جسکا قدم استوار خدمتِ ملک وطن جسنے بنایا شعار

شیوۂ اہلِ یقین جس نے کیا اختیار ملت و دین پر کئے جس نے دل و جان نثار

ایسا شہیدِ وفا مر کبھی سکتا نہین

ڈھونڈھنے جاتا ہی تو چشمۂ حیوان کہان اپنا خضر آپ بن کر تو ذرا امتحان ،

مزرعۂ دہر مین کاشت تو کر تخم جان ہے اسی ایک دانہ مین فطرتِ خرمن نہان

اجر شہادت ہی کیا مرگِ حیات آفرین

ایسی موتین تو ہین قابلِ صد احترام جو کہ بدل دیتی ہین بزمِ جہان کا نظام

دیتی ہین جو روح کو عالمِ جان کا پیام بھرتی ہین افراد مین ولولۂ جوشِ عام

دیتی ہین اقوام کو پھر سے حیاتِ نوین

ایسی شہادت تو ہی زیست کا مقصودِ عین ایسی شہادت کی ہی بے ادبی شور و شین

شیوہ مردان نہین ماتم و فریاد و بین ایسی شہادت تو ہی ارثِ علیؓ و حسینؓ

جس کو یہ دولت ملا اسپہ ہزار آفرین

آہ، محمد علی آہ شہیدِ وطن زبدۂ اہلِ کمال مرجعِ اربابِ فن

چھوڑ کر چلدیا تو دہر کا دار المحن ملتِ اسلام کی سونی ہوئی انجمن

خیر مبارک تجھے سیرِ بہشت برین

پاک گہر پاکباز زندہ دل و زندہ ساز مست شرابِ حجاز شمع شبستانِ راز

مرکزِ صد عز و ناز غازیٔ گردن فراز جامہ گر جان نواز ناشرِ جادو طراز

نظم تری جانگداز نثر تری دلنشین

یون تو ہر اک صبح کو صبحِ گہِ حشر تک شرق سے ہوگا عیان شاہ سریر فلک

کیون نہ ہو محوِ فغان آج سما تا سمک آہ نہ دکھلائیگا اب کبھی اپنی جھلک

غرب مین ڈوبا ہی جو شرق کا مہرِ مبین

عازم مغرب ہوا چھوڑ کر ملک و دیار مشہدِ ملت پہ کی جانِ گرامی نثار

قلزمِ انوار قدس تجھ پہ رشحہ بار شامِ غریبی مین کی صبحِ وطن آشکار

ملتی ہے ہر شخص کو ایسی سعادت کہین

کی دم آخر تلک خدمتِ ملک و وطن تلخیٔ آلام کچھ نہ ہو سکی دل شکن،

مژدۂ ہمت بنی شدتِ رنج و محن کر نہ سکا تجھکو رام خطرۂ دار و رسن

ہاتھ سے چھوٹی نہین دین کی حبل المتین

ہاتھ مین لیکر اٹھا جب علم لا الہ پاؤن سے ٹھکرا دیا سب حشم و مال و جاہ

دیکھئے یون ہوتی ہی فیضِ ازل کی نگاہ حق نے عطا کی تجھے کتنی بڑی پائگاہ

نام سے معمور ہین تیرے زمان و زمین

مطلعِ اسلام مین ذات ہی تری آفتاب عارضِ توحید سے تو نے الٹ دی نقاب

سعی تری کامیاب تیری دعا مستجاب مسجد اقصی مین ہی تیرا جسد محوِ خواب

گلشنِ لاہوت مین روح ہی مسند نشین

ملتِ بے امام

از

محمد اسد خان، بی اے (ملتان)

هر آن ملت که محرومِ امام است — چو انبوهِ بهائم بے نظام است

امامے گیر بهرِ حفظِ آئین — که ملت را ز آئین انتظام است

بر آئینے است رفتارِ کواکب — ازان این کاروان گردون خرام است

دلے پیدا کن اندر جسم، ورنه — بچشم و گوش تفریق دوام است

نیابی تازه بر شے اشارت — اگر قربان شوی مرگِ حرام است

جماعت توسنِ تند ست و سرکش — نه دانم شهسوارِ آن کدام است

بگو آخر زمامش در کفِ کیست؟ — گرفتم ناقهٔ ما تیز گام است

نگاران بے شمار اما نه بینم — بتے کو دلبرِ هر خاص و عام است

هزار انجم نیفروزند شب را — کجا یک جلوهٔ ماهِ تمام است؟

به مسجد بین صلوٰتِ بے امامان — "یکے در سجده دیگر در قیام است"

اگر در بزم شمعے نیست روشن — دلِ پروانگان در سوزِ خام است

اگر کشتی رود بے ناخدائے — به آخر زیرِ دریایش مقام است

اگر در انجمن ساقی نباشد — چه سود از باده و مینا و جام است؟

بر آن لشکر که سر لشکر ندارد — بمیدانِ دغا رفتن حرام است

نباشی تا غلامِ پخته کارے — خیالِ سروری سودائے خام است

هر آن ملت که آقائے ندارد — غلام است و غلام است و غلام است

بمیرم از خجالت چون بپرسند

اسدؔ، میرِ مسلمانان کدام است؟

مطبوعات جدیدہ

تفسیرِ قرآن، از مولوی شائق احمد صاحب عثمانی عصر جدید پریس نمبرہ، چونا گلی کلکتہ، ۵۵ صفحے، تقطیع چھوٹی، قیمت ۸؍

مولوی شائق احمد صاحب عثمانی اڈیٹر عصر جدید کلکتہ نے اس رسالہ مین پانچ سورتون، سورۂ ملک دہر، نبا، بلد اور سورہ عادیات کی تفسیر اپنے رنگ مین لکھی ہے،

تعلیم الصلوٰۃ، مولفہ جلیل القدر نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل، حیدرآباد دکن، ۴۰ صفحے، لکھائی چھپائی بچون کے لائق جلی، قیمت تقریباً ۲؍

حضرت جلیل نے اپنے استاد مرحوم حضرت امیر مینائی کی فرمایش سے یہ مذہبی رسالہ بچون کو نماز سکھانے کے لئے لکھا تھا اب نظرثانی کے بعد اس کا دوسرا اڈیشن شائع ہوا ہے، رسالہ مین نماز کے ضروری مسائل عام فہم انداز مین لکھے گئے ہین،

اسی طرح نماز کے متعلق چند اور رسالے بھی اردو مین اس طرف شائع ہوئے ہین، ان مین سے ایک **ترکیبِ نماز** ہے جس کو جناب حکیم حافظ علی احمد صاحب کانپوری نے تحریر فرمایا ہے، یہ ایک مبسوط رسالہ ہے جسمین اولاً نماز پڑھنے کے فوائد اور ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے، پھر نماز پڑھنے کے طریقے اور نماز کے ضروری مسائل زیادہ استقصا سے جمع کئے گئے ہین، قیمت ۲؍ جناب شوکت علیخان صاحب مین گنج مکان نمبر ۴۵ کانپور سے دستیاب ہو سکتا ہے، نماز کے متعلق تیسرا رسالہ **تحفۂ نماز** ہے جس کو مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے، ال، ال، بی نے مرتب کیا ہے، یہ نہایت مختصر تقطیع پر شائع کیا گیا ہے، اور انجمن رفیق الاسلام گوڑگانوہ (پنجاب) سے مفت مل سکتا ہے، اور چوتھا رسالہ الصلوٰۃ للہ والصیام للرحمن ہے، اس کو جناب سید محمد رفیع الدین صاحب نے مرتب کیا ہے، یہ رسالہ فرقہ اہلِ قرآن کی نماز کا معلم ہے، نیز روزے کے بھی مسائل مین، رسالہ کا ہر ورق مزخرفات قسم کے مسائل و دلائل سے لبریز ہے، مثلاً نماز پانچ وقتون کے بجائے چار وقت اور روزہ رمضان، ماہ رمضان کے بجائے شمسی حساب سے ۲۲ اکتوبر سے ۲۰ نومبر تک یہ اور اسی قسم کے مضحکہ انگیز مسائل سے ۴۰ صفحے بھرے گئے ہین،

خلافت رسالت، مصنفہ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب، دفتر اہلحدیث امرتسر، ۴۰ صفحے قیمت ۲؍

یہ رسالہ مناظرات سنی و شیعہ مین ہے جسمین خلفاے اربعہ کے کارنامون سے ان کی خلافت کا برحق ہونا ثابت کیا گیا ہے،

مولانا ثناء اللہ صاحب بیک وقت متعدد محاذون پر جنگ آزمائی فرماتے ہین، چنانچہ اسی مذکورہ بالا رسالہ کے علاوہ ان کے دو اور جدید رسالے بھی پیش نظر ہین ان مین ایک **فیصلہ مرزا** ہے، اسمین مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعواے الہام کو ان کے آخری فیصلہ سے رد کیا گیا ہے، مولانا ے موصوف خود مرزا صاحب کی زندگی مین ان کے مقابل کے مناظر تھے، اور مرزا صاحب نے بالآخر تنگ آکر خدا سے دعا کی تھی کہ جو ہم دونون مین کاذب ہو وہ پہلے فوت ہو جائے، مرزا صاحب اپنے اس اعلان کے ایک سال کے بعد فوت ہو گئے، اور مولانا ے موصوف نے مرزا صاحب کے اسی اعلان پر ان کے متبعین سے مناظرہ کیا کہ وہ اعلان ان کے دعوی نبوت کی تکذیب پر آخری مہر ہے، یہ فیصلہ ایک تاریخی مناظرہ مین کیا گیا اور ثالث کی طرف سے مولانا ے موصوف کو ان کی فتح پر تین سو روپے انعام ملے، چونکہ مرزا صاحب کی دعوتِ نبوت عربی زبان مین بھی شائع ہوئی ہے، اس لئے مولانا نے اس آخری فیصلہ کو عربی زبان قلمبند کر کے شائع کیا ہے، اور اسی کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی مقابل کے صفحہ پر ہے، رسالہ ۴۰ صفحون مین آیا ہے، اور قیمت ۵؍ ہے،

مولانا کا تیسرا رسالہ **کتابُ الرحمٰن** ہے، یہ پنڈت دھرم بھکشو آریہ سماجی کے رسالہ کے جواب

مین ہو، پنڈت مذکور نے وید و قرآن کا مقابلہ کرکے قرآن مجید پر وید کو ترجیح دی تھی، مولانائے موصوف نے اس رسالہ مین پنڈت موصوف کے دلائل کا رد کیا ہو، اور قرآن مجید کو وید پر ترجیح دی ہی، مولانائے موصوف مناظرات کے استاذ ہین، اور اس رسالہ کو بھی اپنے دلآویز مناظرانہ رنگ مین تالیف کیا ہی، یہ کتاب کا حصہ اول ہے، جو ۴۴ صفحون مین آیا ہی، جو ۲؍ مین مل سکتا ہی، یہ تمام رسالے دفتر اہلحدیث امرتسر کے پتہ پر ملین گے،

چینی اور جاپانی افسانے، مرتبہ مولوی عبد القادر صاحب سروری، ایم اے ال ال بی

ناشر مکتبہ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ حیدرآباد، ۱۰۱ صفحے، تقطیع چھوٹی قیمت ۹؍

مکتبہ ابراہیمیہ کے زیر اہتمام "دنیا کے شاہکار افسانے" کا جو سلسلہ شایع ہو رہا ہی، اس کا یہ ساتوان حصہ ہی، اسکو مولوی عبد القادر صاحب سروری نے جناب محمد افتخار الدین اور میر خواجہ معین الدین صاحبان کی اعانت سے مرتب کیا ہے، اسمین چین اور جاپان کے چند مختصر افسانون کا ترجمہ ہو، مرتب کا بیان ہو کہ بہترین قصون کے انتخاب کی کوشش کیگئی ہی، لیکن نہین معلوم کہ یہ افسانے براہ راست ان زبانون سے لئے گئے ہین، یا انگریزی سے ترجمہ ہین،

ضحاک، مترجمہ جناب اختر شیرانی، ناشر پنجاب اردو اکاڈمی لاہور ۱۸۲ صفحے تقطیع چھوٹی قیمت عہ

جناب اختر شیرانی نے کسی دوسری زبان سے اسکو اردو مین منتقل کیا ہی، اسمین ضحاک کے افسانے کو ڈرامے کی شکل مین مرتب کیا گیا ہو، مترجم نے کوئی دیباچہ منسلک نہین کیا جس سے معلوم ہوتا کہ مصنف کتاب جناب سامی مسعود رسالہ ... مین لکھا ہو، عجب کیا کہ یہ فارسی زبان کا افسانہ ہو، کیونکہ مقدمہ مین شاہنامہ کی تاریخی حیثیت کو اور نماز کتبہ بتانے کے بعد افسانہ ضحاک کو اپنے نظریہ سے تاریخی استناد دینے کی کوشش کرنا، اس کے عجمیت کو ظاہر کر رہا ہو، تاریخ و افسانہ دو جدا گانہ چیزین ہین، اس لئے کسی ڈرامے کے مقدمہ مین کسی افسانہ کی تاریخی حیثیت پر بحث ایک غیر متعلق سی بات ہو، الائق مترجم کو اپنے تعلیق مین مصنف کے دعوی کی تصدیق کی ذمہ داری اپنے اوپر نہ لینی چاہئے تھا، ترجمہ نہایت سلیس اور عمدہ ہو، جناب اختر شیرانی ادب لطیف کے طرز پر لکھنے کے عادی ہین اور یہی طرز تحریر اسمین بھی نمایان ہو،

"ر"

جلد بست و ہفتم ۲۷ | ماہ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ مطابق ماہ جون ۱۹۳۱ء | عدد ۶

مضامین

مضمون	مصنف	صفحات
شذرات	سید سلیمان ندوی،	۴۰۲-۴۰۷
حضرت ابوہریرہؓ،	مولوی شاہ معین الدین احمد ندوی رفیق دار المصنفین	۴۰۸-۴۴۱
چین مین اشاعتِ اسلام،	مولوی عبد القدوس صاحب ہاشمی ندوی سب اڈیٹر ندیم گیا	۴۴۲-۴۵۱
قدیم اردو بول چال	"ع ز"	۴۵۲-۴۵۶
ہندوستان مین اسلام پر عیسائی نقطہ نگاہ	"ع ز"	۴۵۶-۴۵۹
ایرانی فنون کی نمایش	"	۴۵۹-۴۶۰
مکتوبات محمد علی،	مولٰنا محمد علی مرحوم،	۴۶۱-۴۶۷
اخبار علمیہ	"ع ز"	۴۶۸-۴۷۱
"منو ...ر"	"س"	۴۷۲-۴۷۴
"... تنہائی"	"ع"	۴۷۴-۴۷۷
مطبوعات جدیدہ	"ع"	۴۷۸-۴۸۰